بنیاد جلد ۵، ۲۰۱۴ء

فیض الدین احمد*

تذکرہ نکات الشعرا کی تدوین: چند تسامحات

قاضی عبدالودود نے ایل ایس اسٹیبنگ (L. S. Stebbing) کی کتاب اے مــــاڈرن انٹروڈکشن ٹولوجک (*A Modern Introduction to Logic*) کے ایک باب "میتھڈ ان ہسٹوریکل سائنسز" ("Method in Historical Sciences") کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

> اصل متن بطور شاذ ہم تک پہنچتا ہے۔ عموماً نقل در نقل پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ آج کل کی چھپی ہوئی کتابیں مصنفین اور اہلِ مطبع کی احتیاط کے باوجود اغلاطِ طباعت سے خالی نہیں ہوتیں، تو کیا تعجب ہے کہ کم فہم اور نا قابل کاتبوں کے لکھے ہوئے مخطوطات اغلاط سے مملو ہوں۔ ان اغلاط کی تصحیح اور صحتِ متن کی تیاری وہی لوگ کر سکتے ہیں جن میں اعلیٰ درجے کا علم اور بصیرت موجود ہو۔ سقیم متن کی اطمینان بخش تصحیح کی صلاحیت کمیاب ہے۔[۱]

ادبی تحقیق کا ایک نہایت اہم دائرہ کار متن کی تحقیقی تدوین یا ترتیب ہے۔ یہ کام اساسی اہمیت رکھتا ہے اور آج اردو کے نہایت اہم موضوعاتِ تحقیق اور علمی دائرہ ہائے کار میں سے ایک ہے۔[۲] اسی لیے قلمی مآخذ اور مطبوعہ نسخوں کو دیکھتے ہوئے معتبر اور غیر معتبر حوالوں کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے۔ تحقیق حقیقت تک رسائی کا ایک ایسا عمل ہے جس کی تکمیل کے بعد بھی کوئی محقق یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اب تک جو کچھ اس نے دریافت کیا ہے، وہ حرفِ آخر ہے۔ تحقیق میں نئے مآخذ سامنے

فیض الدین احمد

آتے رہتے ہیں۔[۳] اس طرح نئے حقائق کا علم اور پچھلی معلومات کی تصدیق و تنقیح بھی ہوتی رہتی ہے۔

تذکرہ نکات الشعرا کی اوّلین اشاعت سے لے کراب تک اس کے متن کی صحت اور معلومات کی تصدیق و تنقیح کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ محققین نے اس تذکرے کے بارے میں جن آرا کا اظہار کیا ہے وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ میر تقی میرؔ کی اس تصنیف کے بارے میں آج بھی کوئی حتمی بات کہنا ممکن نہیں۔

ہر تخلیق اپنے وجود کے لیے کسی جذبے یا تحریک کی رہین منت ہوتی ہے چنانچہ تذکرہ نویسی کی طرف اہلِ قلم کے رجحان اور اس فن کے عہد بہ عہد ارتقا کے بھی کچھ نہ کچھ مخصوص محرکات تھے۔[۴] ادب کی دیگر اصناف کی طرح اردو میں تذکرہ نگاری کا رواج بھی فارسی کے زیرِ اثر ہوا۔ اپنی کوئی یادگار چھوڑنے کا شوق، انتخاب اشعار یا بیاض نگاری کا شوق، کیونکہ اس زمانے میں چھاپہ خانے نہیں تھے، چنانچہ جن لوگوں کو شعر و شاعری سے دلچسپی تھی اور انتخاب اشعار کا شوق تھا، انھوں نے اپنی پسند کے مطابق اشعار کے انتخاب کا ایک تحریری ریکارڈ بیاض یا سفینہ یا جنگ کی صورت میں رکھنا شروع کیا اور کچھ دنوں بعد یہی بیاض تذکرے میں بدل گئی۔[۵] ارباب فن کے باہمی اختلافات بھی تذکروں کی ترتیب میں بڑی حد تک مدد و معاون ثابت ہوئے ہیں۔[۶] اس کے علاوہ ادبی گروہ بندی بھی اس کا اہم محرک ہے کیونکہ کثرتِ تعداد کو نمایاں کرنے یا اپنے ہم خیال اور ہم پیالہ و ہم نوالہ شاعروں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے غرض سے بھی تذکرے مرتب کیے گئے ہیں۔[۷] تذکرہ نگاری کے محرکات میں اٹھارویں اور انیسویں صدی کی اُس شاعرانہ فضا کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے جس میں شاعری عام و خاص دونوں کا اوڑھنا بچھونا بن گئی تھی۔[۸] لہٰذا تذکرہ نگاری کے لیے سازگار ماحول تیار کرنے میں مشاعروں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا بھی بڑا حصہ ہے۔[۹]

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیشتر تذکرے تفریحِ طبع، ذاتی ذوق و شوق اور لطف اٹھانے کے لیے تالیف کیے گئے لیکن زبان و ادب کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ تذکرے کسی خزانے سے کم نہیں کیونکہ آج تاریخِ ادبِ اردو کے حوالے سے جن لوگوں نے ضخیم ضخیم جلدیں لکھی ہیں ان کا بنیادی مآخذ یہی تذکرے ہیں۔ ان تذکروں نے ایسے بے شمار فن کاروں کو بے نام و نشان ہونے سے

بچالیا جن کے کارنامے یا تو کسی وجہ سے مدوّن نہ ہو سکے یا مدوّن ہونے کے بعد ضائع ہو گئے۔[۱۰] تمام ترخامیوں اور اعتراضات کے باوجود اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ اردو تنقید کی داغ بیل انھی تذکرہ نگاروں کے ہاتھوں پڑی۔ ان تذکروں میں شعرا کے کلام کے حسن و قبح پر اجمالاً ایسی رائیں ضرور مل جاتی ہیں جنھیں تنقیدی نقوش و اشارات کے سوا کسی اور چیز سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔[۱۱] ادبی تنقید کی طرح اردو میں ادبی سوانح نگاری کے ابتدائی نقوش بھی ان ہی تذکروں میں ملتے ہیں۔[۱۲] قدیم شعرا کی زندگی اور سیرت و کردار کے متعلق اب تک جو کچھ لکھا گیا یا انیسویں صدی تک تاریخ ادب کے جتنے واقعات منظرِ عام پر آئے، ان کا بنیادی مآخذ یہی تذکرے ہیں۔ ادبی تاریخ، سوانح اور تنقیدی اہمیت سے قطعِ نظر جب ہم ان تذکروں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ تذکرہ نگاروں کے ذہن میں اس بارے میں کوئی واضح اصول متعین نہیں تھے بلکہ اکثر تذکرہ نویسوں کا مقصد محض اس کے سوا کہ اردو شعرا کا حال لوگوں کو معلوم ہو جائے، کچھ اور نہیں تھا۔ خود میرؔ نکات الشعرا میں اس حوالے سے کہتے ہیں کہ:

> درفن ریختہ کہ شعریست بطور شعر فارسی بزبان اردوے معلّٰی شاہ جہاں آباد، دہلی،
> کتابے تا حال تصنیف نشدہ کہ احوال شاعران این فن بصفحۂ روزگار بماند۔ بناء علیہ ایں
> تذکرہ کہ مسمّٰی بہ نکات الشعرا است نگارش می شود۔[۱۳]

یہاں میرؔ یہ دعویٰ بھی کر رہے ہیں کہ اردو شعرا کا حال اب تک کسی تذکرے میں درج نہیں کیا گیا۔ ان کا یہ دعویٰ کتنا سچا ہے، یہ معاملہ ابھی تک تحقیق طلب ہے لیکن آج تک اردو کے دستیاب تذکروں میں میر تقی میرؔ کے تذکرے کو ہی اولیت حاصل ہے۔

تذکرہ نکات الشعرا سے اردو دنیا کب متعارف ہوئی اور اس کا مکمل متن کب شائع ہوا اس بارے میں بہت سے محققین سے سہو ہوا ہے۔ سیّد ہاشمی فرید آبادی کہتے ہیں کہ:

> میر صاحب کے تذکرۂ نکات الشعرا (تالیف ۱۱۶۵ھ) کو بھی مولوی صاحب (عبدالحق) ہی نے اردو شناسوں میں روشناس کیا جس کا شمار سب سے قدیم اردو تذکروں میں ہوتا ہے۔[۱۴]

خاور اعجاز[۱۵] اور عظمت رباب کا بھی یہی کہنا ہے کہ مولوی عبدالحق نے اسے ۱۹۳۵ء میں

دکن سے انجمن ترقی اردو کے تحت شائع کیا۔[۱۶] حال آنکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ مولوی عبدالحق سے قبل یہ تذکرہ مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے مقدمے کے ساتھ انجمن ترقی اردو ہند، اورنگ آباد سے شائع ہو چکا تھا۔لطف کی بات یہ ہے کہ مولوی عبدالحق نے بھی نکات الشعرا ۱۹۳۵ء کے مقدمے میں اس بات کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا لیکن ان کے مرتب کردہ نسخے کے سرورق پر آخری سطر میں بڑے واضح طور پر طبع ثانی[۱۷] لکھا ہوا ہے۔حیرت کی بات ہے کہ سید ہاشمی فرید آبادی، خاور اعجاز اور عظمت رباب وغیرہ نے اس جانب کیوں غور نہیں کیا۔

مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے نکات الشعرا کب مرتب کیا اور انجمن ترقی اردو ہند سے اس کی اشاعت کب ہوئی، اس بارے میں متضاد رائیں سامنے آئی ہیں۔نکات الشعرا کی پہلی اشاعت میں کہیں بھی اس کتاب کا سنہِ اشاعت درج نہیں۔البتہ انجمن سلسلۂ مطبوعات نمبر ۲۸ درج ہے۔[۱۸] یہ نسخہ نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مطابق اس تذکرے کے ''کل ۲۲۶ صفحے ہیں۔ ۱۸۸ صفحوں میں اصل تذکرہ ہے''۔[۱۹] جب کہ درست صورتِ حال یہ ہے کہ اصل تذکرہ ۱۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔۳۴ صفحات کا مقدمہ، ۴ صفحات کی فہرست اور دو صفحے کے اغلاط نامے کے ساتھ سرورق کے علاوہ کل ۲۲۷ صفحات بنتے ہیں۔[۲۰] اپنی ایک اور تصنیف میر کو سمجھنے کے لیے میں بھی انھوں نے صفحات کی تعداد کے حوالے سے اسی غلطی کو دہرایا ہے۔[۲۱]

مولوی حبیب الرحمٰن شروانی کے مرتب کردہ نکات الشعرا میں سنہِ اشاعت درج نہیں ہے۔بعض محققین نے اس تذکرے کے سنہِ اشاعت کا پتا لگانے کی کوشش کی لیکن ان میں سے اکثر سہو کے مرتکب ہوئے ہیں۔ نثار احمد فاروقی کا کہنا ہے کہ یہ تذکرہ ''پہلی بار ۱۹۲۹ء میں انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد کے نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے مقدمے کے ساتھ شائع کیا۔''[۲۲] ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخ ادب اردو کے حواشی میں نکات الشعرا کے حوالے سے مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی اس تالیف کا سنہِ اشاعت ۱۹۲۲ء لکھا ہے۔[۲۳] ڈاکٹر محمود الٰہی نے بھی اس تذکرے کو ۱۹۲۲ء کی اشاعت قرار دیا۔[۲۴] ڈاکٹر حنیف نقوی نے شعرائے اردو کے تذکرے میں ایک جگہ لکھا کہ ''پہلا ایڈیشن ۱۹۲۲ء میں نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے مقدمے کے ساتھ

شائع ہوا۔''[۲۵] اسی کتاب کی ''فہرست مآخذ'' میں سہواً اس کی اشاعت کا سنہ ۱۹۲۶ء درج ہے۔[۲۶] اس کی وضاحت کرتے ہوئے خود ڈاکٹر حنیف نقوی اپنے ایک اور مقالے میں کہتے ہیں کہ ''یہ اختلاف کاتب کے دخل و تصرف کا نتیجہ ہے جس سے اس کتاب کا کوئی صفحہ محفوظ نہیں۔''[۲۷] ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب نے بھی اپنے ایم فل کے مقالے میں اس تذکرے کا سنہ اشاعت ۱۹۲۲ء تحریر کیا ہے۔[۲۸] اپنی ایک اور تصنیف انجمن ترقی اردو ہند کی علمی و ادبی خدمات میں انھوں نے انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ ''یہ تذکرہ ۱۹۱۹ء میں شائع ہو چکا تھا۔''[۲۹] ڈاکٹر شازیہ عنبرین نے ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب کے اس بیان پر انجمن کی سالانہ رپورٹ کو بنیاد بنا کر اس تذکرے کا سنہ اشاعت ۱۹۱۹ء لکھا[۳۰] لیکن صرف دو صفحے بعد ہی اپنے پہلے بیان کے خلاف لکھا کہ ''۱۹۲۲ء میں نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے نکات الشعرا کو مرتب کیا۔''[۳۱] ایک ہی محقق کی مختلف آرا سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس تذکرے کے سنہِ اشاعت سے متعلق یہ لوگ کس قدر مخمصے کا شکار ہیں، یہاں تک کہ ڈاکٹر گیان چند جیسے محقق نے بھی بغیر کسی حوالے اور ماخذ کے یہ لکھا کہ ''اس پر سنہ اشاعت درج نہیں لیکن یہ معلوم کر لیا گیا ہے کہ یہ ایڈیشن ۱۹۲۲ء میں آیا۔''[۳۲] بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ کچھ اور بھی محققین ہیں جنھوں نے اپنی تحقیقات کی بنیاد پر کچھ الگ رائے دی ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی تصنیف اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کے حواشی میں اس تذکرے کا سنہ اشاعت ۱۹۲۰ء لکھا ہے۔[۳۳] اپنی ایک اور تصنیف کے حواشی میں بھی انھوں نے اسی سنہ کو دہرایا ہے[۳۴] لیکن کہیں بھی اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ انھوں نے اس تذکرے کی سنہِ اشاعت کا تعین کس طرح کیا۔پروفیسر عطا کاکوی نے بھی اس تذکرے کی اوّلین اشاعت کا سنہ ۱۹۲۰ء ہی درج کیا ہے۔[۳۵] اس کے علاوہ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے بھی اس تذکرے کا سنہ اشاعت ۱۹۲۰ء ہی لکھا ہے۔[۳۶] حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا جتنے بھی بیانات ہیں، اس میں سوائے شہاب الدین ثاقب کے، تمام محققین نے سنہِ اشاعت کا تعین کرتے ہوئے یہ بتانے کی زحمت نہیں کی کہ ان کے بتائے ہوئے سنہ کا ماخذ کیا ہے۔اس رویے کی وجہ سے اس تذکرے کے اوّلین ایڈیشن کے سنہ اشاعت کے بارے میں اور زیادہ ابہام پیدا ہوا۔اس ضمن میں ڈاکٹر حنیف نقوی نے

خاصی کوشش کی مگر تمام مباحث کو سمیٹنے کے بعد محض یہ رائے دینے میں کامیاب ہو سکے کہ "فی الوقت یہ بتانا مشکل ہے کہ ان میں سے کون سی روایت صحیح ہے اور اس کا ماخذ کیا ہے۔"[۳۷]

مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے مرتبہ نکات الشعرا کے سنہ اشاعت کے بارے میں کسی حتمی نتیجے تک پہنچنے سے قبل مذکورہ بالا محققین کے بتائے ہوئے سنین کے مآخذ تک پہنچنا بے حد ضروری ہے۔اس سلسلے میں جو مختلف سنین اب تک سامنے آئے ہیں وہ ۱۹۲۹ء، ۱۹۲۲ء، ۱۹۲۰ء اور ۱۹۱۹ء ہیں۔ان سنین کے بیان کے حوالے سے راقم نے جب مآخذ کی تلاش شروع کی تو بہت سی باتیں واضح ہوتی چلی گئیں۔راقم کی معلومات کے مطابق اس تذکرے کی اشاعت کا سنہ ۱۹۲۲ء سب سے پہلے رسالہ الناظر لکھنؤ نے لکھا۔[۳۸] اس رسالے کی جنوری ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں صفحہ اوّل سے قبل ایک صفحے کا اشتہار موجود ہے جس کا عنوان "۱۹۲۲ء کی جدید کتابیں" ہے۔[۳۹] اس میں کل ۱۳ کتب کا اشتہار ہے۔"مطبوعات انجمن ترقی اردو" کے عنوان سے چار کتب کا تعارف بھی درج ہے۔جس کے اوّل نمبر پر ہی لکھا ہے کہ: "نکات الشعرا۔یہ اردو شعرا کا تذکرہ میر تقی میرؔ کی تالیف ہے۔شعرا اور ان کے کلام کے متعلق میرؔ صاحب کی رائیں اور زبان کے خاص نکات پڑھنے کے لائق ہیں"۔[۴۰] آخر میں کتاب حاصل کرنے کے لیے ملنے کا پتا "الناظر بک ایجنسی لکھنؤ" درج ہے۔اس کے علاوہ سہ ماہی اردو اورنگ آباد کے جنوری ۱۹۲۲ء کے آخری صفحے[۴۱] اپریل ۱۹۲۲ء کے آخری صفحے،[۴۲] جولائی ۱۹۲۲ء میں فہرست کتب کے صفحہ نمبر ۴ [۴۳] اور اکتوبر ۱۹۲۲ء کے فہرست کتب کے صفحہ نمبر ۳ پر بھی اس کتاب کا اشتہار موجود ہے۔[۴۴] مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے مرتبہ نکات الشعرا کے سنہ اشاعت کے سلسلے میں "نثار احمد فاروقی کا مذکورہ ۱۹۲۹ء والا بیان تو ان اشتہارات کی روشنی میں کلی طور پر غلط ثابت ہوتا ہے۔رہا ۱۹۲۲ء والا بیان تو یہ سنہ سب سے پہلے ڈاکٹر محمود الٰہی نے ۱۹۷۲ء[۴۵] میں لکھا۔ڈاکٹر محمود الٰہی کا ماخذ سہ ماہی اردو کا اشتہار نہیں ہو سکتا کیونکہ اس رسالے کے جنوری ۱۹۲۲ء کے شمارے میں بھی اس تذکرے کا اشتہار موجود ہے جس کی وضاحت اوپر کے صفحات میں ہو چکی ہے۔لہٰذا غالب امکان یہی ہے کہ ڈاکٹر محمود الٰہی نے الناظر لکھنؤ کے مذکورہ بالا عنوان "۱۹۲۲ء کی جدید کتابیں" کو بنیاد بنا کر اس تذکرے کا سنہ اشاعت ۱۹۲۲ء متعین کیا ہو۔بعد میں ڈاکٹر حنیف نقوی نے ۱۹۷۶ء[۴۶] میں، ڈاکٹر

جمیل جالبی نے ۱۹۸۳ء[۴۷] میں، ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب نے ۱۹۸۵ء[۴۸] میں، ڈاکٹر گیان چند جین نے ۱۹۹۰ء[۴۹] میں اور ڈاکٹر شازیہ عنبرین نے ۲۰۰۹ء[۵۰] میں ڈاکٹر محمود الٰہی کے متعین کردہ سنہ اشاعت کو دہرایا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام محققین جنھوں نے نکات الشعرا کا سنہ اشاعت ۱۹۲۲ء قرار دیا ہے، ان سب سے سہو ہوا ہے۔اس بارے میں ایک دلیل تو یہ ہے کہ جنوری ۱۹۲۱ء میں جب سہ ماہی اردو کا اجرا ہوا تو اس رسالے کے پہلے شمارے کے صفحہ نمبر ۱۶۶ کے بعد "فہرست کتب" کے عنوان سے انجمن ترقی اردو کی مطبوعات کی فہرست شائع کی گئی۔اس فہرست کے چوتھے صفحے پر ادارے کی جانب سے نکات الشعرا کا اشتہار چھپا جس میں لکھا ہے کہ "یہ اردو شعرا کا تذکرہ میر تقی میرؔ کی تالیفات سے ہے۔اس میں میرؔ صاحب کی رائے اور زبان کے بعض بعض نکات پڑھنے کے قابل ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے اس پر ایک ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ لکھا ہے۔"[۵۱] اس کے علاوہ سہ ماہی اردو اپریل ۱۹۲۱ء میں "مطبوعات انجمن کی فہرست" کے چوتھے صفحے پر[۵۲] اور اکتوبر ۱۹۲۱ء میں "فہرست کتب" کے چوتھے صفحے پر[۵۳] بھی یہ اشتہار موجود ہے۔اس سے یہ بات تو پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے مرتبہ نکات الشعرا کی اشاعت جنوری ۱۹۲۱ء سے قبل ہو چکی تھی۔نسخۂ شروانی کا سنہ اشاعت ۱۹۲۰ء لکھنے والے محققین نے غالباً سہ ماہی اردو جنوری ۱۹۲۱ء کے اسی اشتہار کی بنیاد پر یہ بات کہی ہوگی۔اس تذکرے کو ۱۹۲۰ء کی اشاعت قرار دینے میں سب سے پہلا نام عطا کاکوی کا ہے جنھوں نے ۱۹۶۸ء[۵۴] میں تین تذکرے کے عنوان سے تذکرہ نکات الشعرا، تذکرہ ریختہ گویاں اور مخزن نکات کے تلخیصی ایڈیشن کے مقدمے میں یہ بات کہی۔بعد میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ۱۹۷۲ء[۵۵] اور ڈاکٹر عبادت بریلوی نے ۱۹۸۰ء[۵۶] میں اسی سنہ کو دہرایا ہے۔اس سنہ سے اختلاف کرتے ہوئے ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب نے اپنی ایک تصنیف انجمن ترقی اردو ہند کی علمی اور ادبی خدمات میں اس تذکرے کے سنہ اشاعت کے بارے میں مزید تحقیق کرتے ہوئے لکھا کہ "انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ سے پتا چلتا ہے کہ یہ تذکرہ ۱۹۱۹ء میں شائع ہو چکا تھا"۔[۵۷]

راقم نے اس سلسلے میں جب انجمن ترقی اردو ہند کی سالانہ رپورٹ کا مطالعہ کیا تو

۲۳-۱۹۲۲ء کی رپورٹ میں مطبوعاتِ انجمن کی فہرست میں اس تذکرے کا اشتہار اور مختصر تعارف موجود ہے۔[۵۸] ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۰ء کی سالانہ رپورٹ میں اس تذکرے کا کوئی ذکر نہیں[۵۹] البتہ ۱۹۱۹ء کی سالانہ رپورٹ میں ''اس سال مفصلۂ ذیل کتب طبع ہوئیں'' [۶۰] کے عنوان سے انجمن ترقی اردو ہند کے تحت شائع ہونے والی چھے کتابوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔اس کے پانچویں نمبر پر میرؔ کے نکات الشعرا کا تعارف موجود ہے۔سرورق کی پشت پر صفحہ ایک سے پہلے شائع ہونے والے اس تعارف میں مولوی عبدالحق نے لکھا کہ:

> یہ اردو شاعری کا تذکرہ استادالشعرا میر تقی مرحوم کی تالیفات سے ہے۔اس میں بعض ایسے شعرا کے حالات بھی ملیں گے جو عام طور پر معروف نہیں۔ نیز میرؔ کی رائیں اور زبان کے بعض بعض نکات پڑھنے کے قابل ہیں۔مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی صدر الصدور، امور مذہبی امور سرکار عالی و آنریری جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس نے اس پر ایک ناقدانہ اور دلچسپ مقدمہ لکھا ہے۔[۶۱]

مولوی عبدالحق کے بتائے ہوئے مذکورہ بالا سنہ کے بعد تو نکات الشعرا نسخۂ شروانی کی سنہِ اشاعت کی بحث ختم ہو جانی چاہیے تھی لیکن حیرت انگیز طور پر انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۱۹ء کی سالانہ رپورٹ میں درج مذکورہ سنہ بھی درست نہیں۔اس بارے میں راقم کی پہلی دلیل تو یہ ہے کہ اسی رپورٹ میں سرورق کے بعد اگلے صفحے پر جن تین کتابوں کا اشتہار ہے اس میں پہلے نمبر پر انتخاب کلام میر کا اشتہار موجود ہے۔[۶۲] راقم نے انتخاب کلام میر کا پہلا ایڈیشن دیکھا ہے۔یہ ایڈیشن انجمن ترقی اردو ہند، سلسلۂ مطبوعات نمبر ۲۳ کے تحت چھپا۔انتخاب مطبع مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ سے شائع ہوا اور اس کے سرورق پر بڑے واضح طور پر سنہ اشاعت ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء درج ہے۔[۶۳] جب کہ مولوی عبدالحق ۱۹۱۹ء کی رپورٹ میں ہی اس تصنیف کی اشاعت کا اعلان کر چکے ہیں جو کہ کلی طور پر غلط ثابت ہوتا ہے جب کہ دوسری اور اہم دلیل یہ ہے کہ اس تذکرے کے مرتب مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کا مطبوعہ ایک ایسا خط راقم کی نظروں سے گذرا جو انھوں نے مولوی عبدالحق کو لکھا تھا۔اس خط میں انھوں نے تذکرہ نکات الشعرا کی بابت لکھا کہ: ''دو روز سے مروف الذہب کے ترجموں کو دیکھ رہا ہوں۔یہ داستانِ مصروفیت ہے۔تاہم گوشہ خاطر نکات الشعرا کی طرف ہے۔ دل چاہتا ہے،

عنقریب آپ کو اطلاع دوں کہ میں نے لکھنا شروع کر دیا ہے۔'' [۶۴] مولوی عبدالحق کو لکھے گئے اس خط کی تاریخ ''۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ'' ہے۔[۶۵] سنہ عیسوی کے حساب سے یہ مئی ۱۹۲۰ء کا لکھا ہوا خط ہے لہٰذا اس بات میں تو کوئی شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ اس وقت تک نکات الشعرا نسخۂ شروانی کی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ ۱۹۱۹ء کی سالانہ رپورٹ میں سہواً مولوی عبدالحق نے اس نسخے کو مطبوعہ لکھ دیا اور اسی کو بنیاد بنا کر ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب نے ۱۹۹۰ء [۶۶] میں نکات الشعرا کو ۱۹۱۹ء کی تصنیف قرار دیا۔اس سلسلے میں راقم کی تیسری دلیل یہ ہے کہ مولوی عبدالحق نے جب ۱۹۲۱ء میں سہ ماہی اردو کا اجرا کیا تو اس کے پہلے شمارے میں نکات الشعرا کے مرتب مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کا مقدمہ بھی شائع ہوا۔[۶۷] اس سے قبل اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اسی شمارے کی 'فہرست کتاب' میں اس تذکرے کا اشتہار بھی شائع ہوا تھا لہٰذا ان تمام شواہد خصوصاً مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے مطبوعہ خط کی بنیاد پر حتمی طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ تذکرہ پہلی بار مئی ۱۹۲۰ء تا دسمبر ۱۹۲۰ء کے درمیان کسی مہینے شائع ہوا۔ یہاں ایک اور اہم نکتے کی وضاحت ضروری ہے جس کی طرف اب تک کسی کی توجہ نہیں گئی۔راقم نے جب مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے مرتبہ نکات الشعرا کے مقدمے کا مطالعہ کیا تو کچھ ایسے نکات سامنے آئے جس کا ذکر بے حد ضروری ہے۔ یہ مقدمہ دوبار شائع ہوا۔اوّل نکات الشعرا کے ساتھ مقدمے کے طور پر [۶۸] اور دوم سہ ماہی اردو جنوری ۱۹۲۱ء میں۔[۶۹] نکات الشعرا میں شامل مقدمہ کل ۳۴ صفحات پر مشتمل ہے جس کے صفحہ ۲۴ میں مقدمے کے بعد تذکرے میں شامل مختلف شعرا کے اشعار کا انتخاب درج ہے۔اس کی بابت شروانی صاحب کا کہنا ہے کہ:

> میرؔ نے جن اشعار کو منتخب کر کے درج تذکرہ کیا ہے دل نہیں مانتا کہ ان کا نمونہ یہاں نہ دکھاؤں۔اگرچہ شائقین تذکرہ میں پڑھنگے (پڑھیں گے) مگر قند مکرر ہو تو لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔[۷۰]

صفحہ نمبر ۲۴ تا صفحہ ۳۴ اشعار کا نمونہ درج کرتے ہوئے مرتب نے صفحہ نمبر ۲۹ میں بیتاب کے اشعار کے نمونے کے طور پر ۹ اشعار دیے ہیں۔[۷۱] راقم نے جب نکات الشعرا کے متن کا

مطالعہ کیا تو بیتابؔ کے ذکر میں میر نے نمونۂ کلام کے طور پر صرف دو اشعار ہی لکھے ہیں۔[۷۲] اصل فارسی متن میں صرف دو اشعار اور شروانی صاحب کے مقدمے میں ۹ اشعار دیکھ کر سخت تعجب ہوا لیکن اس مقدمے کے بغور جائزے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ مرتب نے اس مقدمے میں بیتابؔ کا صرف ایک ہی شعر درج کیا ہے جو یہ ہے،

تڑپ کر مرگئی بلبل قفس میں
پڑی تھی ہائے کس ظالم کے بس میں[۷۳]

اس کے بعد کے آٹھ اشعار

دل میں زاہد کے جو جنت کی ہوا کی ہے ہوس　　　کوچۂ یار میں کیا سایۂ دیوار نہ تھا
رُو اگر دیجیے اس کو بھی تو کچھ عیب نہیں　　　آئنہ سے بھی گیا کیا دلِ حیراں میرا
مدہا عیش کی خسرو کو فرصت قصرِ شیریں میں　　　جو میں ہوتا تو جائے شیر جوئے خوں رواں کرتا
خال گورے مکھ کا لیتا ہے مرے دلکو چرا　　　اِس نگر میں چاندنی راتو نکو بھی پڑتے ہیں چور
اس ہوا میں رحم کر ساقی کہ ہے جامِ شراب　　　دیکھ کر چھاتی بھری آتی ہے باراں کیطرف
مجنوں کی خوش نصیبی کرتی ہے داغ مجھکو　　　کیا عیش کرگیا ہے ظالم دیوانہ پن میں
دوبارہ زندگی کرنا مصیبت اسکو کہتے ہیں　　　پھر اٹھنا بیدماغوں کا قیامت اسکو کہتے ہیں
زنجیر میں زلفوں کے پھنس جانے کو کیا کہیے　　　کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے[۷۴]

جو سہواً بیتاب کے نام کے ساتھ درج ہو گئے ہیں، اصل میں بیتاب کے نہیں بلکہ انعام اللہ یقینؔ[۷۵] کے ہیں۔ اسی طرح کی غلطی اس مقدمے کے صفحہ نمبر ۳۱ میں بھی نظر آتی ہے۔ صفحہ نمبر ۳۰ میں میاں حسن علی شوقؔ کے اشعار کے نمونے کے طور پر شروانی صاحب نے دو اشعار درج کیے ہیں۔[۷۶] ان میں سے ایک شعر تو شوقؔ کا ہی ہے جو یہ ہے:

بجھے گی آتشِ دل ہم نے جانا تھا گھٹا آئی　　　ہوائے ابر نے دونی ولے یہ آگ بھڑکائی[۷۷]

جب کہ دوسرے شعر:

ہر گلی میں گر پڑے ہیں مست ہو دیوار و در　　　ابر رحمت برستا ہے یا برستی ہے شراب[۷۸]

کو مرتب نے سہواً شوقؔ سے منسوب کر دیا ہے۔ اصل میں یہ شعر رسواؔ[۷۹] کا ہے۔ ممکن ہے یہ غلطی کاتب سے ہوئی ہو کیونکہ یہی مقدمہ جب سہ ماہی اردو اورنگ آباد کے جنوری ۱۹۲۱ء کے شمارے میں شائع ہوا تو اس میں اس طرح کی کوئی غلطی نظر نہیں آتی۔[۸۰] اس جائزے سے نکات الشعرا نسخۂ شروانی کے سنہ اشاعت کے بارے میں ایک اور اہم دلیل یہ دی جا سکتی ہے کہ غالباً جب یہ تذکرہ شائع ہوا ہوگا تو مرتب یا کاتب کی غلطی سے مقدمے میں مذکورہ بالا غلطیاں رہ گئی ہوں گی۔ اسی لیے مولوی عبدالحق نے شروانی صاحب کے اس مقدمے کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کیا ہوگا اور اس تذکرے کی اشاعت کے فوراً بعد جنوری ۱۹۲۱ء کے سہ ماہی اردو کی پہلی اشاعت میں ہی اس مقدمے کو دوبارہ شائع کر دیا تا کہ ان اغلاط کی تصحیح ہو سکے۔ راقم نے اس تذکرے کے سنہ اشاعت کا تعین کرتے ہوئے مئی تا دسمبر ۱۹۲۰ء کا جو سنہ درج کیا ہے قوی امکان ہے کہ وہ سنہ بالکل درست ہے کیوں کہ تصحیح شدہ مقدمہ اس کے بعد ہی سہ ماہی اردو جنوری ۱۹۲۱ء میں دوبارہ شائع ہوا۔[۸۱]

تذکرہ نکات الشعرا کو دوسری بار سنہ ۱۹۳۵ء[۸۲] میں مولوی عبدالحق نے مرتب کیا۔ یہ ایڈیشن بھی انجمن ترقیِ اردو، اورنگ آباد سے شائع ہوا۔[۸۳] ڈاکٹر معراج نیر کے مطابق ''میر کی تالیف نکات الشعرا کو انجمن ترقیِ اردو سلسلۂ مطبوعات کے نمبر ۲۶ کے تحت ۱۹۳۵ء انجمن پریس سے ٹائپ میں طبع کرایا۔''[۸۴] جب کہ اس تذکرے کے دوسرے ایڈیشن کے سرورق پر بڑے واضح الفاظ میں ''سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو نمبر (۲۸)[۸۵] درج ہے۔ شروانی صاحب والے نسخے میں بھی سلسلۂ مطبوعات کا یہی نمبر درج ہے۔[۸۶] نسخۂ شروانی خطِ نستعلیق میں ہے اور مولوی عبدالحق کا مرتبہ نسخہ ٹائپ شدہ ہے۔ ابتدائی چار صفحات میں شعرا کی فہرست حروف تہجی کی ترتیب میں ہے۔[۸۷] ڈاکٹر معراج نیر نے ۱۹۳۵ء کی اس اشاعت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ ''مولوی عبدالحق نے اس تذکرے کے آغاز میں چار صفحات کا مقدمہ بھی تحریر کیا۔[۸۸] ڈاکٹر شازیہ عنبرین نے بھی غالباً ۱۹۳۵ء والی اشاعت کو دیکھے بغیر یہ رائے دی کہ ''مختصر حواشی اور چار صفحات پر مشتمل مقدمے کے ساتھ مرتب کر کے انجمن ترقیِ اردو، اورنگ آباد سے شائع کر دیا۔[۸۹] مقدمے کے صفحات کی تعداد کے حوالے سے ڈاکٹر معراج نیر اور ڈاکٹر شازیہ عنبرین کی بتائی ہوئی تعداد غلط ہے۔ درست صورتِ حال یہ ہے کہ اس ایڈیشن میں مولوی عبدالحق

کا مقدمہ چار صفحات کا نہیں بلکہ آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔[۹۰] البتہ انجمن ترقی اردو، پاکستان سے شائع ہونے والے ۱۹۷۹ء کے ایڈیشن میں یہی مقدمہ چار صفحات میں شائع ہوا۔[۹۱] یہ نسخہ ٹائپ میں نہیں بلکہ خطِ نستعلیق میں کتابت شدہ ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر شازیہ عنبرین نے اس نسخے کی بابت یہ بھی کہا کہ مولوی عبدالحق نے اس نسخے میں "اشاریہ کا التزام نہیں کیا"[۹۲] جب کہ ۱۹۳۵ء کے اس نسخے میں ترقیمے کے بعد صفحہ نمبر ۱۸۱ تا ۱۸۹ تک "اشاریہ" بھی موجود ہے۔[۹۳] ڈاکٹر شازیہ عنبرین کے حوالے سے ۱۹۳۵ء والے نسخے کو نہ دیکھنے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ مولوی عبدالحق پر لکھے گئے پی ایچ ڈی کے اس مقالے میں "تصانیف و تالیف بابائے اردو مولوی عبدالحق"[۹۴] کے عنوان سے انھوں نے تین صفحات کی ایک فہرست پیش کی ہے جس میں صرف مولوی صاحب کی وفات کے بعد شائع ہونے والے ۱۹۷۹ء کے ایڈیشن کا ہی حوالہ ہے،[۹۵] ۱۹۳۵ء کا نہیں۔ اس کے علاوہ اس مقالے کی کتابیات میں بھی صرف ڈاکٹر محمود الٰہی کی مرتبہ ۱۹۷۲ء والے ایڈیشن[۹۶] کا حوالہ درج ہے، کسی اور ایڈیشن کا نہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے اسی مقالے میں متعدد بار مولوی عبدالحق کے ۱۹۳۵ء والے مقدمے کے صفحہ نمبر ۵، ۶ اور ۸[۹۷] کا حوالہ تو استعمال کیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ حوالے انھوں نے کہاں سے لیے۔ دراصل یہ تمام حوالے وہی ہیں جو قاضی عبدالودود نے اپنے مقالے عبدالحق بحیثیت محقق[۹۸] کی بحث کے دوران درج کیے تھے، ڈاکٹر شازیہ عنبرین نے قاضی عبدالودود کا حوالہ دیے بغیر ان کو اس طرح نقل کیا ہے جیسے یہ تمام حوالے انھوں نے خود دیکھے ہوں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ چار صفحات والا مقدمہ جو انجمن ترقی اردو پاکستان سے شائع ہوا تھا، فاضل مصنفہ نے اسے اورنگ آباد[۹۹] کی اشاعت قرار دے ڈالا۔

مولوی عبدالحق کے مرتبہ ۱۹۳۵ء کے نسخے میں چار صفحات کی فہرست آٹھ صفحے کا مقدمہ اور پھر فارسی متن کا آغاز ہوتا ہے۔ تذکرے کے آغاز میں صفحہ نمبر ایک پر "تمہید" اور صفحہ نمبر ۲ تا ۱۷۸ اصل تذکرہ ہے۔ اس کے اگلے صفحے پر خاتمہ اور صفحہ نمبر ۱۸۰ میں ترقیمہ لکھا ہوا ہے۔ سب سے آخر میں صفحہ نمبر ۱۸۱ تا ۱۸۹ پر مولوی عبدالحق نے اشاریہ بھی مرتب کیا ہے جس میں اس تذکرے کے تمام اشخاص، مقامات، نظموں کے عنوانات، تصانیف اور تاریخی واقعات کا اندراج ایک ساتھ کر دیا گیا ہے۔[۱۰۰]

نسخۂ شروانی اور نسخۂ انجمن کو ایک عرصے تک ایک ہی نسخہ سمجھا جاتا رہا۔ ڈاکٹر محمود الٰہی نے ان دونوں نسخوں کی بابت لکھا کہ:

> اس کے قلمی نسخے تعجب خیز حد تک کمیاب ہیں[...] شروانی مرحوم کے مقدمے میں اس بات کا کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ یہ نسخہ انجمن کو کہاں سے ملا تھا اور اس کی کتابت کب اور کہاں ہوئی تھی۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مقدمے میں نسخے کی تفصیل دی ہے لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اشاعتوں کا متن ایک ہی خطی نسخے پر مبنی ہے۔ ناممکل اور مبہم عبارتیں بھی دونوں میں مماثل ہیں۔ کہیں کہیں ایسے اختلافات ضرور ملتے ہیں جن سے شبہ ہوتا ہے کہ دونوں اشاعتوں کا متن دو مختلف خطی نسخوں پر مبنی ہے لیکن یہ اختلافات الفاظ کے حذف و اضافہ تک محدود ہیں جنھیں سہوِ کتابت پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔[۱۰۱]

شبہے کا اظہار کرنے کے باوجود ڈاکٹر محمود الٰہی نسخۂ شروانی اور نسخۂ عبدالحق کو دو خطی نسخہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ ابتدا میں ڈاکٹر حنیف نقوی کی بھی یہی رائے تھی۔ انھوں نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں لکھا کہ "باہمی مقابلے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نواب صدر یار جنگ کے سامنے کوئی دوسرا نسخہ موجود نہ تھا"[۱۰۲] لیکن جلد ہی انھیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور اپنے ایک اور مقالے میں انھوں نے لکھا کہ "مزید تحقیق سے معلوم ہوا کہ حقیقت اس سے یکسر مختلف ہے۔"[۱۰۳] ان کی رائے میں تبدیلی کی وجہ انجمن ترقی اردو ہند کی سالانہ رپورٹ تھی۔ یہ رپورٹ ۱۹۱۸ء[۱۰۴] کی تھی۔ ڈاکٹر حنیف نقوی نے اُس رپورٹ کی بنیاد پر یہ بتایا کہ "نسخۂ انجمن انھیں (مولوی عبدالحق) ۱۹۱۸ء میں یا اس سے کچھ پہلے دستیاب ہوا تھا۔"[۱۰۵] حقائق یہی ہیں کہ نسخۂ انجمن کی دریافت ۱۹۱۸ء ہی میں ہوئی۔ مولوی عبدالحق کو جب یہ نسخہ ملا تو انھوں نے اس کی اشاعت کا ارادہ کیا۔ اس دوران ان کے علم میں یہ بات آئی کہ اس تذکرے کا ایک نسخہ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے کتب خانے میں بھی ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس تذکرے کی اشاعت کا ارادہ وقتی طور پر ملتوی کر دیا لیکن دسمبر ۱۹۱۸ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ سورت کے موقع پر انجمن ترقی اردو کے سیکریٹری کی حیثیت سے اس کی سالانہ رپورٹ میں اس تذکرے کی اشاعت اور التوا کا اعلان ان الفاظ میں کیا کہ:

> حال ہی میں انجمن کو فخر شعرائے اردو، میر تقی میر کے تذکرہ شعرائے ہندی یعنی نکات

> الشعرا کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا ہے۔ یہ ایک نایاب کتاب ہے اور خاص وجوہ سے بہت قابل قدر ہے۔ یہ تذکرہ اسی سال چھپ کر شائع ہو جاتا لیکن اتفاق سے یہ معلوم ہوا کہ اس کا ایک نسخہ جناب مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے کتب خانے میں بھی ہے۔ اس لیے یہ مناسب معلوم ہوا کہ دونوں نسخوں کی مطابقت کے بعد شائع کیا جائے۔ مولانا ممدوح نے اپنی عنایت سے یہ نسخہ مستعار دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لیے آئندہ سال ضرور طبع ہو جائے گی۔[۱۰۶]

مولوی عبدالحق کی خواہش یہ ضرور تھی کہ دونوں نسخوں کا تقابل کر کے نکات الشعرا کو صحت متن کے اصولوں کے مطابق شائع کیا جائے لیکن بوجوہ ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے اپنے نسخے کو علاحدہ ہی شائع کیا۔ انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۱۸ء کی سالانہ رپورٹ سے ایک بات تو پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس تذکرے کی اوّلین اشاعت ۱۹۲۰ء سے قبل اس تذکرے کے کم از کم دو قلمی نسخے تو منظرِ عام پر آ چکے تھے لہٰذا ڈاکٹر محمود الٰہی[۱۰۷] اور ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب کا کہنا کہ ''دونوں اشاعتوں کا متن ایک ہی نسخے پر مبنی ہے''[۱۰۸] غلط ثابت ہوتا ہے۔ نسخۂ شروانی میں ترقیمہ نہیں اور نہ ہی شروانی صاحب نے اپنے مقدمے میں یہ وضاحت کی ہے کہ انھیں یہ نسخہ کہاں سے ملا؛ جب کہ نسخۂ عبدالحق میں ترقیمہ موجود ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ نسخہ عبدالولی عزلت کی فرمائش پر تحریر کیا گیا۔[۱۰۹] ڈاکٹر عبادت بریلوی نے نسخۂ انجمن کو بنیاد بنا کر جب اس تذکرے کو مرتب کیا تو ترقیمے میں کاتب کا نام سہواً ''سیّد عبدالحی''[۱۱۰] درج کر دیا۔ بعد میں ڈاکٹر معراج نیّر نے اسی غلطی کو دہرایا ہے۔[۱۱۱] مولوی عبدالحق کے مرتبہ نکات الشعرا کے ترقیمے میں کاتب کا نام بڑے واضح طور پر ''سید عبدالنبی سید محمود ابن میر محمد رضا اصفہانی''[۱۱۲] درج ہے۔ بقول ڈاکٹر حنیف نقوی ''یہ نسخہ صحیح و سالم حالت میں انجمن ترقی اردو ہند، دہلی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ کتب خانے کی فہرستِ مخطوطات میں اس کا نمبر ۹۲۰ ہے۔''[۱۱۳] نسخۂ شروانی اور نسخۂ انجمن کو ڈاکٹر حنیف نقوی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں ایک ہی نسخہ قرار دیا تھا لیکن مزید تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ ''مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے نکات الشعرا کا اوّلین ایڈیشن جس قلمی نسخے کی بنیاد پر شائع کیا تھا، وہ سوءِ اتفاق ضائع ہو چکا ہے۔''[۱۱۴] اوّلین نسخے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شروانی صاحب کی

ملکیت تھا، لیکن اس بات کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ کتب خانہ حبیب گنج کی قلمی فہرست سے بھی اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ یہ پورا کتب خانہ بعد میں مولانا آزاد لائبریری مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ کی تحویل میں دے دیا گیا تھا۔[۱۱۵] ڈاکٹر حنیف نقوی نے اس نسخے کی بابت لکھا کہ:

> یہ نسخہ فی الواقع مولانا حبیب الرحمٰن خاں کی ملکیت نہیں تھا۔ نظامی پریس بدایوں کے موجودہ مالک جناب جمال الدین مونس نے چند سال قبل ایک ملاقات کے دوران راقم السطور کو بتایا تھا کہ اس کے اصل مالک بدایوں کے ایک علم دوست بزرگ خاں بہادر رضی الدین بسمل (متوفی ۱۵ اپریل ۱۹۲۵ء) تھے۔ شروانی صاحب نے ان سے یہ نسخہ عاریتاً حاصل کر کے انجمن ترقی اردو کے لیے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا تھا۔ پریس کاپی کے وقت یہ اصل نسخہ نظامی پریس میں موجود تھا اور چند برسوں کے بعد وہیں دوسرے متعدد مخطوطات و مسودات کے ساتھ ضائع ہو گیا۔[۱۱۶]

مولوی عبدالحق کے مرتبہ نسخے کے ترقیمے سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ یہ نسخہ میر کی اس تصنیف کے صرف سات برس بعد رقم کیا گیا۔ کاتب عبدالنبی ابن سید محمد نے اس کی تاریخ درج کرتے ہوئے لکھا کہ ''تحریر فی التاریخ بعد ہم شہر رمضان المبارک ۱۱۷۲ھ یک ہزار و یک صد و ہفتاد و دو من الہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔''[۱۱۷] دونوں نسخوں میں شعرا کی تعداد بھی برابر ہے۔ گارساں دتاسی نے اس تذکرے کے شعرا کی تعداد کے حوالے سے لکھا کہ ''تقریباً سو شاعروں کا ذکر ہے۔''[۱۱۸] اسپرنگر نے بھی اس حوالے سے دتاسی کے جملے کو ہی دہرایا ہے۔[۱۱۹] مولانا محمد حسین آزاد نے آبِ حیات میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے شعرا کی تعداد ایک ہزار بتائی ہے۔[۱۲۰] ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی لکھا کہ ''ان کی تعداد تقریباً ۱۰۰ ہے۔''[۱۲۱] ڈاکٹر معراج نیّر کے مطابق ''اس تذکرے میں میؔر سمیت ۱۰۱ شاعروں کا ذکر ہے۔''[۱۲۲] جب کہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے نگار، تذکروں کا تذکرہ نمبر میں شعرا کی تعداد ۱۰۰ درج کی ہے۔[۱۲۳]

نکات الشعرا کی اشاعت سے قبل گارساں دتاسی، اسپرنگر اور مولانا آزاد کا شعرا کی درست تعداد نہ بتانا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ڈاکٹر سید عبداللہ کے مذکورہ بالا بیان سے ۷ برس قبل مولوی عبدالحق نے اور ۲۲ برس قبل مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے اس کے بعد نگار کی اس خاص

اشاعت سے ۳۰ برس قبل مولوی عبدالحق نے اور ۴۵ برس قبل مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے اور ڈاکٹر معراج نیر کے پی ایچ ڈی کے مقالے کی اشاعت سے تقریباً ۶۰ برس قبل مولوی عبدالحق نے اور ۷۶ برس قبل مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد کے زیرِ اہتمام اس تذکرے کو اپنے اپنے مقدمے کے ساتھ بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ کتاب اور صاحبِ کتاب بھی کوئی معمولی شخصیت نہیں، "میر تقی میر" ہیں۔ پھر بھی اس قسم کا سہو ہونا ناقابلِ فہم ہے۔

شعرا کی تعداد کے بارے میں مذکورہ بالا تمام بیانات درست نہیں۔ نسخۂ شروانی اور نسخۂ انجمن دونوں میں شعرا کی کل تعداد ۱۰۳ ہے۔[۱۲۴] جب کہ نسخۂ پیرس میں ایک شاعر عطا بیگ ضیاؔ[۱۲۵] کا حال دوسرے نسخوں کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ اس طرح ان تینوں نسخوں کے شعرا کی کل تعداد میر سمیت ۱۰۴ ہو جاتی ہے۔ نسخۂ انجمن میں موجود جن شعرا کو ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے نکات کی فہرست میں شامل نہیں کیا ان میں اشرف الدین علی خاں پیامؔ[۱۲۶]، میر محتشم علی خاں حشمتؔ[۱۲۷] اور عاجزؔ[۱۲۸] کے نام شامل ہیں۔ میر نے اپنے تذکرے میں پیامؔ کو فارسی کا مقبول اور ریختہ کا صاحبِ دیوان شاعر قرار دیا ہے۔[۱۲۹] حشمتؔ کے بارے میں لکھا کہ "سید صحیح النسب بود۔ سپاہی عمدہ روزگار شاعر خوب فارسی و ریختہ فہمیدہ، سنجیدہ، باہمہ بعجز و انکسار پیش می آید"[۱۳۰] اور عاجزؔ کو میاں کمترین کا شاگرد قرار دیتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ "شخصے لوطی است۔"[۱۳۱] اس طرح ہمیں اس دور کے مزاج اور مذاق کا پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس تینوں شعرا کو نکات کی فہرست سے حذف کرنے کے علاوہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اسی فہرست کے اکتیسویں نمبر پر حبیبؔ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے تخلص کے آگے پورا نام محتشم علی لکھا ہے۔[۱۳۲] کیونکہ حبیبؔ کے فوراً بعد فہرست میں محتشم علی حشمتؔ کا نام شامل ہے۔[۱۳۳] لہٰذا ممکن ہے کہ سہوِ کاتب سے یہ نام حبیبؔ کے ساتھ درج ہو گیا ہو۔ جب کہ نکات الشعرا میں میرؔ نے بڑے واضح الفاظ میں حبیبؔ کے ضمن میں لکھا کہ "احوالش معلوم نیست"[۱۳۴] بلکہ حبیبؔ کا تو پورا نام تک اس تذکرے میں درج نہیں۔ اس کے علاوہ میر محتشم علی خاں حشمتؔ کا ذکر سطورِ بالا میں کیا جا چکا ہے۔ نکات کے تذکروں کا تذکرہ نمبر کی اشاعت کے ۸ برس بعد ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری نامی جو کتاب لکھی اس میں اس تذکرے کے حوالے سے

شعرا کی درست تعداد تو بتا دی[۱۳۵] لیکن مذکورہ بالا غلطیوں کے اصلاح کی کوئی کوشش نہیں کی۔

مولوی عبدالحق کے مرتبہ نکات الشعرا کی دوسری اشاعت کے ۲۷ برس بعد ۱۹۶۲ء میں اس تذکرے کا اردو ترجمہ ایم کے فاطمی نے اپنے مقدمے کے ساتھ دانش محل لکھنو سے شائع کیا۔[۱۳۶] فارسی اور اردو متون کے بغور جائزے سے اس ترجمے کی کچھ خامیاں بھی سامنے آتی ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں ایس ایم شاہ نے بھی نکات الشعرا کا اردو ترجمہ کیا اور اس پر ایک مقدمہ بھی لکھا۔ یہ ترجمہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے اور اس کا ٹائپ شدہ مسودہ کراچی یونی ورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہے۔[۱۳۷] نومبر ۱۹۶۸ء میں تین تذکرے کے عنوان سے پروفیسر عطا الرحمٰن عطا کاکوی نے نکات الشعراء، مخزن نکات اور تذکرہ گردیزی کے تراجم کو اردو میں منتقل کر کے ایک ساتھ شائع کیا۔ یہ ان تینوں تذکروں کا تلخیصی ایڈیشن ہے۔ اس میں تینوں تذکرے کے اشعار محذوف کر کے صرف تراجم کو شائع کیا گیا ہے۔ اس میں بعض شعرا کے تراجم بھی مکمل نہیں۔ سرورق کے بعد "عرضِ مرتب" کے عنوان سے چار صفحے کا مقدمہ ہے۔[۱۳۸] اس کے بعد صفحہ نمبر ۷ تا ۱۱ شعرا کی فہرست ہے اور صفحہ نمبر ۱۲ سے تذکرے کا آغاز ہے۔ تینوں تذکروں کے ۲۷۱ شعرا کا احوال عطا کاکوی نے ۱۱۲ صفحات میں پیش کیا ہے۔[۱۳۹] اسی لیے کہیں کہیں اصل فارسی متن کے مکمل حصے نہیں ملتے۔ اکثر شعرا کے تراجم کو مختصر کر کے مرتب نے اپنی دانست میں غیر ضروری حصے حذف کر دیے ہیں۔ آخر میں آٹھ صفحات پر مشتمل مختصر تعلیقات بھی درج کی گئی ہے۔[۱۴۰] لیکن یہ حصہ بھی نامکمل ہے اور معلومات کے بیان میں تشنگی نظر آتی ہے۔

نکات الشعرا کا ایک اور قلمی نسخہ پیرس کے کتب خانے میں بھی موجود ہے۔[۱۴۱] اس میں اصلاً کل اٹھاون اوراق یا ایک سو سولہ صفحات تھے۔ موجودہ نسخے سے ورق نمبر ۲ غائب ہے۔ اس طرح اب اس کے اوراق کی تعداد ستاون رہ گئی ہے۔[۱۴۲] بقول ڈاکٹر محمود الٰہی "پہلے ورق کا بالائی حصہ ضائع ہو گیا ہے... مگر اس کی وجہ سے کتاب کا متن متاثر نہیں ہوا۔[۱۴۳] اس ورق کے پہلے صفحے پر کتاب کی شناخت اور ملکیت سے متعلق دو تحریریں ملتی ہیں۔ "ایک ناقص اور ایک نامکمل"۔[۱۴۴] گمان ہے کہ پہلی عبارت کے دریدہ حصے میں کتاب کے مصنف کا نام رہا ہوگا۔[۱۴۵] اس سے اگلی سطر میں "تلمیذ قدوۂ اہل

معانی سراج الدین علی خاں صاحب آرزوؔ"[۱۴۶] لکھا ہوا ہے۔ دوسری عبارت سے اس کتاب کی ملکیت ظاہر ہوتی ہے۔ عبارت کے مطابق "ایں کتاب تذکرۂ میر را حاجی میر محمد قبلہ بمیر گوہر علی مرحمت نمود، بتاریخ بست یکم ماہ شعبان ۱۲۱۴ھ (۱۷۹۹ء) کہ از گجرات آمدہ بودند"[۱۴۷] اس نسخے کے آخر میں بھی ترقیمہ ہے۔ جس میں لکھا ہے "بتاریخ ہفدہم شہر شوال روز چہار شنبہ ۱۱۷۸ ہجری (۱۷۶۵ء) در بندر سورت بموجب خواہش جمیع دوستاں باتمام رسید"[۱۴۸]۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مولوی عبدالحق والے نسخے کے ۶ برس بعد رقم کیا گیا۔ نسخۂ عبدالحق، سید عبدالولی عزلتؔ کی فرمائش پر لکھا گیا۔ عزلتؔ کے بارے میں میرؔ نے اپنے تذکرے میں لکھا کہ "عزلت تخلص از سورت اند"۔[۱۴۹] عزلتؔ کا تعلق سورت سے اور نسخۂ پیرس کے ترقیمے کے سورت سے تعلق کی بنیاد پر ڈاکٹر محمود الٰہی کا یہ کہنا درست معلوم ہوتا ہے کہ "نسخۂ پیرس کی کتابت کے سلسلے میں عزلتؔ کا تعاون و مشورہ شامل رہا ہوگا"۔[۱۵۰]

اس نسخے کے صفحہ نمبر ۲ سے اصل تذکرے کا آغاز ہوتا ہے۔ ابتدائیہ کے بعد امیر خسروؔ کے ترجمے سے تذکرہ شروع ہوتا ہے۔ دوسرا ورق یعنی صفحہ نمبر ۳ اور ۴ غائب ہیں۔[۱۵۱] "درمیان سے ورق غائب ہو جانے کی وجہ سے امیر خسروؔ اور مرزا مظہرؔ کے تراجم کو جزوی نقصان اور بیدلؔ، آرزوؔ اور مرزا معز کے تراجم یکسر تلف ہو گئے ہیں"[۱۵۲] اس کے بعد ورق نمبر ۵ سے ۵۸ یعنی کتاب کے آخر تک اوراق مسلسل ہیں۔ نسخۂ انجمن میں شعرا کی تعداد ۱۰۳ ہے جب کہ نسخۂ پیرس میں کل "۷۷ شعرا کو جگہ ملی"۔[۱۵۳] کاتب نے دکن کے اکثر شعرا کا ذکر یہ کہہ کر حذف کر دیا ہے کہ:

> واکثر مذکور شعرائے متقدمین و آیہ یتبعہم الغاؤن درشان شاست۔ مؤلف ایں تذکرہ اذکار شاں را مع شعرہائے پرپوچ لایعنی نوشتہ بود، چوں کاتب را تصدیع بود، اوقات عزیز، چو درا ضائع نہ نمود و ہمیں احمد گجراتی و قاسم گلاتی اکتفا نمود۔ بقول قدیم مشتے نمونۂ خروارے[۱۵۴]

ڈاکٹر حنیف نقوی کے مطابق "اس تخفیف کی زد میں کل اکیس شاعر آئے ہیں"۔[۱۵۵] ڈاکٹر محمود الٰہی نے حذف شدہ شعرا کی جو فہرست فراہم کی ہے ان میں "شعوریؔ، فطلیؔ، صباتیؔ احمد آبادی، محمودؔ، سالکؔ، ملکؔ، لطفیؔ، فخریؔ، ہاشمؔ، ہاتیؔ، اشرفؔ، غواصیؔ، خوشنودؔ، جعفرؔ، عبدالرحیمؔ، عبدالبرؔ، عزیز اللہ، سعدیؔ، بیچارہؔ، حسنؔ، مرزا داؤد، خواجم قلی خاں، میر گھاسیؔ اور عشاقؔ"[۱۵۶] کے نام ملتے ہیں۔ ان شعرا کی

کل تعداد ۲۴ بنتی ہے۔ وہ تین شعرا جنھیں ڈاکٹر محمود الٰہی نے اپنی حذف شدہ فہرست میں شامل کیا، ان کی بابت ڈاکٹر حنیف نقوی کا کہنا ہے کہ: "جن شعرا کی اس نسخے سے غیر حاضری سہو کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے، ان میں خواجم قلی خاں موزوںؔ، عاجزؔ (مجہول الاسم) اور میر گھاسیؔ شامل ہیں"۔[۱۵۷]

جب کہ درست صورت یہ ہے کہ کاتب غالباً ان تین شعرا میں سے اس فہرست میں عشاقؔ یا عاجزؔ کے ترجمے کو رقم کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ کاتب نے عاجزؔ کے بیان میں سہواً عشاقؔ کا حال درج کر دیا ہے۔ ڈاکٹر حنیف نقوی نے اپنے ایک مضمون میں عشاقؔ کے بجائے مشتاقؔ لکھا ہے۔[۱۵۸] نکات الشعرا کے تمام نسخوں کے ۱۰۴ شعرا میں مشتاقؔ نام کے کسی شاعر کا ترجمہ میرؔ نے نہیں لکھا۔ لہٰذا مشتاقؔ کے بجائے عشاقؔ ہی مراد لینا چاہیے۔ ڈاکٹر محمود الٰہی نے بھی حذف شدہ شعرا کی فہرست میں عشاقؔ[۱۵۹] کو شامل کیا ہے، عاجزؔ کو نہیں۔ اصل نسخے میں کیونکہ یہ ان تینوں شعرا کی ترتیب آگے پیچھے ہے اس لیے کاتب سے یہ سہو ہوا۔ اس کے علاوہ میر محمد باقر حزیںؔ کا نام بھی سہواً میر محمد علی باقر حزیں[۱۶۰] درج ہوگیا ہے۔ اس نسخے کا دوسرا ورق نہ ہونے کی وجہ سے "عبدالقادر بیدلؔ، سراج الدین علی خاں آرزوؔ اور مرزا معز فطرت موسوی کے ترجمے بھی معدوم ہو گئے ہیں"[۱۶۱] اس طرح کل ۲۷ شعرا کا ذکر نسخۂ پیرس میں نہیں کیا گیا۔[۱۶۲] "اس نسخے میں ایک شاعر عطا بیگ ضیاؔ کا حال دوسرے نسخوں کی بہ نسبت زیادہ ہے"[۱۶۳] اس طرح نسخۂ پیرس میں شعرا کی کل تعداد ۷۷ ہوگئی ہے۔ وہ ۲۷ شعرا جو اس نسخے میں شامل نہ ہو سکے، ان کو ملا کر شعرا کی کل تعداد ۱۰۴ بنتی ہے[۱۶۴] جب کہ اس سے قبل کے متداول نسخوں میں یہ تعداد ۱۰۳ ہے۔ شاعروں کی فہرست سے بعض ناموں کو حذف کرنے کے ساتھ ساتھ اس نسخے میں انتخاب اشعار میں بھی تخفیف اور اضافے کی مثالیں ملتی ہیں۔ شعرا کے ترجمے میں بھی ترمیم اور تصرف جابجا نظر آتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر حنیف نقوی نے بڑی عرق ریزی سے مولوی عبدالحق کی مرتبہ نسخۂ انجمن اور نسخۂ پیرس کے مختلف حصوں کا موازنہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "مقدار کلام کا یہ عمومی اور بیّن فرق تحقیق متن کے نقطۂ نظر سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے"۔[۱۶۵] اس بات کا اندازہ انجمن ترقی اردو، پاکستان کی طرف سے شائع ہونے والے نکات الشعرا کے ۱۹۷۹ء والے ایڈیشن سے پوری طرح لگایا جا سکتا ہے۔ اس نسخے میں مولوی عبدالحق والے نسخے کی دوبارہ

اشاعت کے ساتھ ساتھ نسخۂ پیرس کے اختلافِ متن اور اضافی اشعار کو بھی شاملِ اشاعت کیا گیا ہے۔[۱۶۶] اس سے قبل ڈاکٹر محمود الٰہی تمام اضافی اشعار کو نسخۂ پیرس کی تدوین کے دوران شعرا کے تراجم کے ساتھ یکجا کر چکے تھے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ۱۹۷۹ء والے نسخے کے سرورق یا پچھلے صفحے پر اس بات کا کوئی اشارہ نہیں کیا گیا کہ حواشی اور تعلیقات میں اختلافِ متن کی نشان دہی کس نے کی البتہ فہرستِ شعرا کے اختتام پر ''اختلافِ متن بمقابلہ نسخۂ پیرس'' کے عنوان سے مرتب کا نام ڈاکٹر معین الدین عقیل درج ہے۔[۱۶۷] اس نسخے کا بغور جائزہ لینے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انجمن ترقی اردو کے زیرِ اہتمام اس نسخے کو انتہائی عجلت میں شائع کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ انجمن کے سلسلۂ مطبوعات نمبر ۴۲۱ کے تحت شائع ہوا۔ سرورق کے بعد والے صفحے پر ادارے کی جانب سے اس تذکرے کی طباعت کے متعلق بعض غلط معلومات درج کی گئیں۔ مثلاً اس نسخے کو اشاعتِ ثانی قرار دیا جب کہ یہ نسخہ انجمن ترقی اردو کے تحت شائع ہونے والا تیسرا ایڈیشن ہے۔ اس کے علاوہ اسی صفحے میں ۱۹۳۵ء کی مرتبہ مولوی عبدالحق والے نسخے کو اشاعتِ اول قرار دیا گیا ہے۔[۱۶۸] جب کہ اس سے قبل اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اس تذکرے کا اولین ایڈیشن مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے مرتب کیا۔ ۱۹۷۹ء والے ایڈیشن کے صفحہ نمبر ۱۶۲ تا ۱۹۲ تک ڈاکٹر معین الدین عقیل نے نسخۂ انجمن اور نسخۂ پیرس کا مقابلہ کر کے شعرا کے ترجمے میں ترمیم و تصرف اور مختلف عبارتوں میں حذف اور اضافے کی مثالیں پیش کی ہیں۔ اس کے علاوہ انتخابِ کلام میں بھی حذف و اضافے کے متعدد نمونے یہاں درج کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر حنیف نقوی کے مطابق:

> نسخۂ پیرس میں جن شعرا کے کلام کی مقدار نسخۂ انجمن کی بہ نسبت کم ہے ان میں محمد حسین کلیم، سجاد اکبر آبادی، محمد محسنہ اور خود مولفِ تذکرہ بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ نسخۂ انجمن میں ان شعرا کے اشعار کی تعداد علی الترتیب چھیاسٹھ، ایک سو سترہ، بتیس اور دو سو سینتالیس ہے۔ نسخۂ پیرس کے کاتب نے ان میں سے کلیم کے اڑتالیس، سجاد کے ستتر، محسنہ کے سترہ اور میر کے ایک سو پچاس شعر نقل کیے ہیں۔[۱۶۹]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کاتب نے جس کسی کی فرمائش پر بھی یہ تذکرہ لکھا اس میں صرف اس کے پسند کے اشعار ہی درج کیے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ:

> نسخۂ انجمن کے مقابلے میں اس نسخے میں مظہر کے کلام میں ایک غزل کے چار شعر، ناجی کے کلام میں پانچ اشعار کی ایک مکمل غزل اور یکرنگ کے کلام میں چھ غزلوں کے نو متفرق اشعار زائد ہیں... عاجز کے انتخاب میں نسخۂ انجمن میں دو شعر منقول ہیں، اس نسخے میں ان شعروں کے بجائے گیارہ نئے شعر شامل کیے گئے ہیں، بیدار اور بیکل کا نمونۂ کلام نسخۂ انجمن میں صرف ایک ایک شعر پر مشتمل ہے۔ نسخۂ پیرس میں ان شعرا کے اشعار کی تعداد علی الترتیب دس، اکتالیس اور اکیس ہے۔[۱۷۰]

ڈاکٹر حنیف نقوی نے بڑی تفصیل سے نمونۂ کلام کے حذف و اضافے میں تعدادِ اشعار کی نشان دہی تو کر دی لیکن اپنے مضمون میں ان اضافی اشعار کو درج نہیں کیا جو نسخۂ پیرس میں موجود ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمود الٰہی نے ۱۹۷۲ء[۱۷۱] اور ڈاکٹر معین الدین عقیل نے ۱۹۷۹ء[۱۷۲] میں نسخۂ پیرس کے تمام اضافی اشعار کو اپنے اپنے نسخوں میں درج کر دیا ہے۔ ڈاکٹر حنیف نقوی کے خیال میں ''ان میں سے بعض متعلقہ شاعروں کے دستیاب کلام پر اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔''[۱۷۳]

نکات الشعرا کا ایک اور ایڈیشن ڈاکٹر عبادت بریلوی نے ۱۹۸۰ء میں مرتب کیا۔ اس ایڈیشن کو ادارۂ ادب و تنقید، لاہور[۱۷۴] نے شائع کیا۔ اس تذکرے میں میر سمیت ۱۰۳ شعرا کا احوال درج ہے۔[۱۷۵] چار صفحے کی فہرستِ شعرا کے بعد تین صفحات کا پیش لفظ اور ۱۸ صفحات پر مشتمل ڈاکٹر عبادت بریلوی کا مقدمہ شاملِ اشاعت ہے۔[۱۷۶] صفحہ ۲۷ تا ۱۵۷ اصل متن فارسی، تین صفحے کے حواشی اور آخر میں ایک صفحے پر کتابیات کی فہرست درج ہے۔ اس نسخے کی وجۂ اشاعت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی فرماتے ہیں کہ:

> نکات الشعرا چونکہ نصف صدی سے نایاب ہے۔ اس لیے اس کی ادبی اہمیت کے پیشِ نظر ایک نئی ترتیب و تحقیق اور مقدمے و حواشی کے ساتھ شعبۂ تاریخ ادبیات کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے۔[۱۷۷]

حیرت کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے ۱۹۸۰ء میں اس تذکرے کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس سے صرف ایک برس قبل ۱۹۷۹ء[۱۷۸] میں انجمن ترقی اردو، پاکستان نے مولوی عبدالحق والے نسخے کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس نسخے کے اختتام پر نسخۂ پیرس سے مقابلہ کر کے ڈاکٹر

معین الدین عقیل نے حواشی اور تعلیقات بھی لکھے جس کی تفصیل اوپر کے صفحات میں بیان کی جا چکی ہے۔ پھر بھی اس تذکرے کو ''نایاب'' کہنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ نہ صرف ۱۹۷۹ء بلکہ ۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر محمود الٰہی نے بھی نسخۂ پیرس سے مقابلہ کرکے اس تذکرے کو لکھنؤ سے شائع کرایا۔[۱۷۹] غالباً ڈاکٹر عبادت بریلوی نے یہ دونوں نسخے نہیں دیکھے۔ اسی لیے ان کے مقدمے اور حواشی میں بھی ان دونوں اشاعتوں کا کہیں ذکر نہیں۔ اس تذکرے کے اوّلین ایڈیشن کے بارے میں ان کا یہ کہنا کہ یہ ''نامکمل صورت میں ۱۹۲۰ء میں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی مرحوم کے مقدمے کے ساتھ بھی شائع ہوا''[۱۸۰] سے بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے غالباً یہ نسخہ بھی نہیں دیکھا کیوں کہ یہ نسخہ نامکمل نہیں۔ مولوی عبدالحق والے نسخے کی طرح اس نسخے میں بھی ۱۰۳ شعرا کا انتخاب اور ترجمے شامل ہیں۔ کہیں کہیں متن کا اختلاف تو موجود ہے لیکن ڈاکٹر محمود الٰہی کے مطابق:

> دونوں اشاعتوں میں ایک ہی مفہوم کی دو مختلف روایتوں کی مثالیں نہیں ملتیں اور نہ جملوں کی ساخت اور ترتیب کا کوئی فرق ملتا ہے۔ اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ دونوں اشاعتیں ایک ہی خطی نسخے پر مبنی ہیں، ہاں اگر دونوں اشاعتیں دو الگ الگ نسخوں پر مبنی ہیں تو اتنی بات یقینی ہے کہ ان میں سے ایک کو منقول عنہ اور دوسرے کو نقل کی حیثیت حاصل ہے۔[۱۸۱]

پچھلے صفحات میں اس بات کی وضاحت تو ہو چکی ہے کہ ۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۵ء کی دونوں اشاعتیں الگ الگ خطی نسخے پر مبنی ہیں لیکن دونوں نسخوں میں مماثلت کی جو مثالیں ڈاکٹر محمود الٰہی نے پیش کی ہیں اس سے اس بات کا بھی اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ دونوں نسخوں کا ماخذ ایک ہی ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر عبادت بریلوی کا ۱۹۲۰ء والے نسخے کو نامکمل کہنا غلط فہمی کے سوا کچھ اور نہیں۔ ۱۹۸۰ء کی اشاعت سے قبل نکات الشعرا کے چار ایڈیشن منظر عام پر آ چکے تھے لیکن ڈاکٹر عبادت بریلوی کے پیش نظر صرف مولوی عبدالحق کا مرتبہ ایڈیشن تھا۔ انھوں نے نسخۂ پیرس اور نسخۂ شروانی سے اس نسخے کے موازنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اسی لیے جو غلطیاں سہواً ۱۹۳۵ء والے ایڈیشن میں رہ گئی تھیں وہی غلطیاں ۱۹۸۰ء والے ایڈیشن میں بھی نظر آتی ہیں۔ تدوینِ متن کے اصولوں کے مطابق متن کی صحت کے جس معیار کا یہ تذکرہ تقاضا کرتا ہے، ویسی کوشش اس ایڈیشن میں نظر نہیں آتی بلکہ بعض جگہ تو نسخۂ

انجمن ۱۹۳۵ء کی درست معلومات بھی سہواً غلط درج کر دی گئی ہیں مثلاً مولوی عبدالحق کے ترقیمے کو ہی لے لیں جس میں بڑے واضح انداز سے کاتب کا نام سید عبدالنبی[۱۸۲] لکھا ہے لیکن ڈاکٹر عبادت بریلوی والے نسخے میں کاتب کا نام سہواً ''سید عبدالحیٔ''[۱۸۳] درج ہو گیا ہے۔ شعرا کے ترجمے میں اس طرح کے اغلاط کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

نکات الشعرا کے ان مطبوعہ نسخوں کے علاوہ بعض کتب خانوں میں اس تذکرے کے غیر مطبوعہ نسخے بھی موجود ہیں۔

ڈاکٹر محمود الٰہی نے نکات الشعرا نسخۂ پیرس کی تدوین کے دوران اس جانب کچھ اشارے کیے ہیں۔ انھوں نے اپنے نسخوں کے متن کی تصحیح کے لیے ان غیر مطبوعہ نسخوں کو ترجیح نہیں دی[۱۸۴] جو کہ تدوینِ متن کے اصولوں کے خلاف ہے۔ اس کی وجوہات بتاتے ہوئے انھوں نے لکھا کہ ''رضا لائبریری رام پور میں نکات الشعرا کا ایک ناقص نسخہ موجود ہے۔''[۱۸۵] اس کے علاوہ آزاد لائبریری علی گڑھ میں بھی اس تذکرے کے چند اوراق ملتے ہیں۔[۱۸۶] ڈاکٹر محمود الٰہی نے ان نسخوں کو بالکل اہمیت نہیں دی۔ انھیں ناقص اور محض چند منتشر اوراق سمجھ کر نظر انداز کیا۔ ان نسخوں کے بارے میں کچھ زیادہ تفصیلات تو نہیں ملتیں البتہ رضا لائبریری رام پور والے نسخے کی نشان دہی سب سے پہلے امتیاز علی خاں عرشی نے ۱۹۴۳ء میں دستور الفصاحت کے دیباچے میں کی۔[۱۸۷]

اس کے بعد ڈاکٹر حنیف نقوی نے اس نسخے کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے لکھا کہ:

> رضا لائبریری کی فہرستِ مخطوطات فارسی میں ...اس مخطوطے کا سینتالیسواں نمبر ہے۔ یہ ۷.۵×۵ انچ سائز اور پندرہ سطری مسطر کے چھبیس اوراق یا باون صفحات پر مشتمل ہے۔ اصلاً اس نسخے میں ستائیس اوراق تھے۔ موجودہ نسخے سے ورق نمبر ۳ غائب ہے اور ورق نمبر ۷ (موجودہ ورق نمبر ۶) کا نصف بالائی حصہ بھی ضائع ہو چکا ہے... ورق نمبر ۲ مرزا مظہرؔ کے پہلے شعر کے ابتدائی ٹکڑے ''خدا کے واسطے'' پر ختم ہو جاتا ہے... ایک ورق درمیان سے نکل جانے کی وجہ سے یہ نسخہ مرزا مظہرؔ کے نمونۂ کلام اور شاہ ولی اللہ اشتیاقؔ، قزلباش خاں امیدؔ، مرزا گرامیؔ اور رائے انند رام مخلصؔ کے مکمل تراجم سے محروم ہو گیا ہے۔ ورق نمبر ۷ کا نصف حصہ تلف ہو جانے کے باعث تین شاعروں کے

تراجم کو جزوی طور پر نقصان پہنچا ہے۔... بحالتِ موجودہ اس نسخے سے پانچ شاعروں (اشتیاقؔ، امیدؔ، گرامیؔ، مخلصؔ (بہ استثنائے یک مصرعہ) اور عطاؔ کے مکمل تراجم غائب ہیں۔[188]

اقتباس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے نسخۂ رام پور میں کن شعرا کے تراجم اور نمونۂ کلام صفحات کے تلف ہونے کی وجہ سے دستیاب نہیں۔اس نسخے کی بابت ایک اور اہم بات بتاتے ہوئے ڈاکٹر حنیف نقوی کہتے ہیں کہ:

نسخۂ انجمن کی طرح اس نسخے میں بھی مکمل متن بلا امتیاز نثر و نظم مسلسل لکھا گیا ہے۔... اس کے کاتب نے نمونۂ کلام کے نقل کرنے میں بالعموم اختصار و انتخاب سے کام لیا ہے۔... نسخۂ انجمن کے مطابق ان کے اشعار کی مجموعی تعداد گیارہ سو چھپن ہوتی ہے۔... ان میں سے ایک ہزار چالیس اشعار خارج کرکے صرف ایک سو سولہ شعر شاملِ کتاب کیے ہیں۔[189]

قاضی عبدالودود نے نسخۂ انجمن کے اشعار کی تعداد بتاتے ہوئے ایک جگہ لکھا کہ:

نکات کے کل اشعار کی تعداد ۱۲۵۴ ہے، اس میں یکدل کا مصرع جس کے ساتھ کا مصرع غائب ہے، شامل ہے اور ایک شعر سمجھا گیا ہے۔مخمس کے دو بند اور دو مصرع جن کا ذکر (ا) میں آیا ہے، شمار میں نہیں آئے۔ یہ سب ملا کر ۱۲ مصرع ہیں، اور دو مصرع ایک شعر قرار دیا جائے تو اشعار کی تعداد ۱۲۶۰ ہو جاتی ہے۔[190]

راقم نے خود بھی نکات کے اس نسخے کے تمام اشعار کو شمار کیا تو اندازہ ہوا کہ ڈاکٹر حنیف نقوی سے تعداد اشعار کے معاملے میں سہو ہوا ہے۔درست تعداد وہی ہے جو قاضی عبدالودود نے بتائی ہے۔اس طرح نسخۂ رام پور میں ایک ہزار چالیس نہیں بلکہ گیارہ سو چالیس اشعار خارج کرکے صرف ایک سو سولہ اشعار کے نمونے پیش کیے گئے ہیں۔اس بات سے قطعِ نظر ڈاکٹر حنیف نقوی نے نسخۂ انجمن اور نسخۂ رام پور کے اختلافِ متن کی نشان دہی کرتے ہوئے بعض اہم نکات کی طرف توجہ دلائی ہے۔انھوں نے بعض مقامات پر نسخۂ انجمن کے بجائے نسخۂ رام پور کی روایت کو ترجیح دی ہے۔مثلاً نسخۂ انجمن میں عاجزؔ کا پورا نام عارف علی خاں[191] درج ہے۔جب کہ نسخۂ رام پور میں پورا نام ''عارف الدین خاں عاجزؔ[192] لکھا ہے۔ڈاکٹر حنیف نقوی نے اس مضمون کے حواشی میں لکھا کہ عاجزؔ نے خود ہی ''عارف الدین خاں عاجزؔ'' سے اپنی تاریخ وفات ۱۱۷۷ھ (۱۷۶۳۔۶۴ء) نکالی تھی۔ان شواہد کی بنا پر... نسخۂ رام پور کی روایت قابلِ ترجیح ہے۔''[193] اس کے علاوہ ''بے نوا'' کے بیان میں نسخۂ انجمن میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں جوہری کا نام ''سنکرن''[194] لکھا ہوا ہے جب کہ نسخۂ رام پور میں مذکورہ نام ''سبکرن''[195] درج ہے۔''قدرت اللہ شوقؔ نے طبقات الشعرا میں مذکورہ بالا جوہری کا نام ''سبھ کرن''[196] لکھا ہے۔اس لیے ڈاکٹر حنیف نقوی نے نسخۂ انجمن کے مقابلے میں نسخۂ رام پور کی روایت کو ترجیح دی ہے۔[197]

نکات الشعرا کا ایک اور غیر مطبوعہ نسخہ بھی ہے جو ''مولانا آزاد لائبریری مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے ذخیرۂ سرسلیمان میں محفوظ ہے۔''[198] ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے پہلی بار ۱۹۶۲ء میں دلّی کالج میگزین کے ''میرؔ نمبر'' میں اس نسخے کو متعارف کرایا۔[199] ڈاکٹر محمود الٰہی نے اس نسخے کے بارے میں لکھا کہ: ''آزادؔ لائبریری علی گڑھ میں ایک تذکرے کے چند اوراق ملتے ہیں۔''[200] ان منتشر اوراق جن کی مجموعی تعداد پچیس ہے،[201] کے مطالعے کے بعد اس تذکرے کے بارے میں نثار احمد فاروقی کی رائے یہ ہے کہ: ''متداول تذکرہ بہت سی تبدیلیوں سے گذر چکا ہے۔''[202] پروفیسر مسعود حسن رضوی کا بھی یہی کہنا ہے کہ ''نکات الشعرا کا مطبوعہ نسخہ اصل نسخے کا ترمیم شدہ خلاصہ معلوم ہوتا ہے۔''[203] نسخۂ علی گڑھ کے ''یہ اوراق بحیثیت مجموعی پچپن شاعروں کے ذکر پر مشتمل ہیں۔''[204] ان پچپن شعرا میں بعض ایسے شاعر بھی شامل ہیں جن کا ذکر نکات الشعرا کے متداول نسخوں میں نہیں ملتا۔[205] کئی شعرا کے کثیر التعداد اشعار بھی نکات الشعرا کے متداول نسخوں میں موجود نہیں۔[206] اختلافِ متن تو نسخۂ انجمن اور نسخۂ پیرس میں بھی پایا جاتا ہے لیکن ان دونوں نسخوں میں سوائے ایک شاعر ضیاؔ کے کسی دوسرے شاعر کی مثال نہیں ملتی۔مسعود حسن رضوی نے ''زائد شعرا کے زمرے میں پندرہ نام شامل کیے ہیں۔''[207] لیکن ان کی پیش کردہ فہرست میں ''جودتؔ، شیداؔ، عیسویؔ اور قائمؔ کے نام موجود نہیں۔''[208] باقی تین شاعروں میں سوزؔ کا ذکر متداول نسخوں میں اختلافِ تخلص کے ساتھ موجود ہے۔[209] ''دو شاعروں میں محمدی اور محرمی دراصل احمدی اور قمری کی تصحیف ہیں'' اور یہ دونوں شعرا بھی

متداول نسخے میں شامل ہیں۔[۲۱۰] ڈاکٹر حنیف نقوی نے اس نسخے کے جائزے کے بعد یہ رائے قائم کی کہ:

> جہاں تک اس دعوے کا تعلق ہے کہ یہ اوراق نکات الشعرا کے کسی مکمل یا قدیم تر نسخے کی باقیات ہیں جس کی تلخیص کے بعد متداول نسخہ معرضِ وجود میں آیا، اسے اندرونی شہادتوں کی بنیاد پر رد کیا جاسکتا ہے۔[۲۱۱]

اس بیان کے بعد انھوں نے بہت تحقیق اور باریک بینی سے ایسی بہت سی باتوں کی طرف اشارہ کیا جس سے واقعی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان منتشر اوراق کو نکات الشعرا کے اوراق سمجھنا کوتاہ نظری کے سوا کچھ نہیں۔ ان شہادتوں میں میر سوزؔ کا ترجمہ ایک شہادت ہے۔ متداول نسخوں میں ان کا ذکر ''میرؔ'' تخلص[۲۱۲] کے تحت کیا گیا ہے جب کہ ان اوراق میں ان کا حال ان کے معروف تخلص میر سوزؔ کے ساتھ مرقوم ہے۔ اس بات کو اب ادبیات کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے تمام صاحبانِ نظر جانتے ہیں کہ سوزؔ نے دوسرا تخلص میر صاحب کے حق میں پہلے تخلص سے دست برداری کے بعد اختیار کیا تھا۔[۲۱۳] جو کہ اس تذکرے کی سال تصنیف کے بعد کا واقعہ ہے۔ دوسری ناقابلِ تردید شہادت میر قمر الدین کا ترجمہ ہے۔ منتؔ اپنے فرزند میر نظام الدین ممنونؔ کے ایک قطعہ تاریخ کے مطابق ۱۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔[۲۱۴] اس کے برخلاف علی ابراہیم خلیل جو کہ منت سے بڑے دوستانہ روابط رکھتے تھے، نے ان کا سنہ ولادت ۱۱۵۶ھ بتایا ہے۔[۲۱۵] اگر اس بیان کو درست مان لیا جائے تو نکات الشعرا کی سنہ اشاعت ۱۱۶۵ھ تک صرف ۹ برس کی عمر میں منتؔ کا ذکر میرؔ کے تذکرے میں آنا سمجھ سے بالاتر اور ناقابلِ قبول بات ہے۔ اس کے علاوہ یقینؔ[۲۱۶] احسن اللہ احسنؔ[۲۱۷] اور خان آرزوؔ[۲۱۸] وغیرہ کے بیان میں حقائق سے انحراف اور تحریف و تصرف کی جو مثالیں ملتی ہیں اسے دیکھتے ہوئے ان اوراق کو کسی صورت میرؔ سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ بقول ڈاکٹر حنیف نقوی:

> اگر ان اوراق کو نکات الشعرا کی ایک روایت کے باقیات تسلیم کرلیا جائے تو لازماً یہ بھی ماننا پڑے گا کہ معاصر شعرا کے بارے میں میر صاحب کی معلومات انتہائی ناقص اور ناقابلِ وثوق تھی۔ ...وہ دو ہم تخلص مگر مختلف العہد اور مختلف المذاق شاعروں کے رنگِ سخن میں تمیز نہیں کرسکتے تھے اور زبان و بیان پر وہ دسترس حاصل نہیں تھی جس کی ان جیسے معروف و ممتاز صاحب قلم سے بجاطور پر توقع کی جاسکتی ہے۔[۲۱۹]

نکات الشعرا کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخوں کے اختلافِ متن کے جائزے سے ایک بات تو بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس تذکرے کے کسی بھی مرتب نے تدوین کے دوران صحتِ متن کی جانب بالکل توجہ نہیں دی۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ تمام دستیاب نسخوں کے اختلافِ متن کو سامنے رکھ کر ایک معیاری نسخہ ترتیب دیا جائے لیکن تمام مرتبین نے دستیاب نسخوں سے استفادہ تو درکنار، بعض نے تو انھیں دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔ ڈاکٹر حنیف نقوی کے مطابق ''اب تک اس تذکرے کے تین ایڈیشن سامنے آچکے ہیں۔ ان میں سے پہلی دو اشاعتیں ترتیبِ متن کے قواعد وضوابط سے کلیتاً آزاد ہیں۔''[۲۲۰] قاضی عبدالودود نے بھی مولوی عبدالحق کی مرتبہ نسخۂ انجمن پر اپنے طویل مقالے میں سخت اعتراضات اٹھائے ہیں۔[۲۲۱] اشاعتِ سوم جس کے مرتب ڈاکٹر محمود الٰہی ہیں، کے متعلق یہ کہنا کہ انھوں نے تدوین کے اصولوں کی بالکل پابندی نہیں کی، غلط ہوگا کیونکہ انھوں نے ''اصولِ تدوین کی بڑی حد تک پابندی [کی] ہے۔[۲۲۲] لیکن ''انھوں نے نسخۂ پیرس کے علاوہ کسی اور مخطوطے سے استفادہ نہیں کیا۔''[۲۲۳] ڈاکٹر حنیف نقوی کے خیال میں وہ ''نسخۂ انجمن کے وجود سے غالباً باخبر نہیں اور نسخۂ رام پور کو انھوں نے ناقابلِ اعتبار سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے۔''[۲۲۴] ڈاکٹر حنیف نقوی کی یہ بات تو درست ہے کہ ڈاکٹر محمود الٰہی نے اشاعتِ سوم ۱۹۷۲ء کی تدوین کے دوران نسخۂ رام پور کو نظر انداز کیا لیکن ان کا یہ کہنا درست نہیں کہ وہ نسخۂ انجمن کے وجود سے ناواقف تھے۔ بلاشبہ انھوں نے نسخۂ انجمن کا مخطوطہ نہیں دیکھا اور نسخۂ انجمن اور نسخۂ شروانی کو ایک ہی نسخہ سمجھا لیکن اپنے مقدمے میں انھوں نے واضح الفاظ میں لکھا کہ:

> اس ترتیبِ نو میں نسخۂ انجمن ہی کو بنیاد بنایا گیا ہے، کیونکہ یہ مکمل بھی ہے اور قدیم بھی۔ نسخۂ پیرس سے متن کی تصحیح کی گئی ہے۔ متن کی تصحیح و توثیق میں کہیں کہیں تذکرہ شورش کے اس خطی نسخے سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جو کتب خانہ رشیدیہ جون پور میں محفوظ ہے۔[۲۲۵]

اس کے علاوہ ڈاکٹر حنیف نقوی نے ۱۹۸۳ء[۲۲۶] تک اس تذکرے کے تین ایڈیشنوں کی

نشان دہی کی ہے جو کہ غلط ہے۔ راقم اس مقالے میں عطا کاکوی کے تلخیصی ایڈیشن اور ایم کے فاطمی کے ترجمے کی اشاعت کے علاوہ ۱۹۸۰ء تک اس تذکرے کی پانچ اشاعتوں کا تعارف پیش کر چکا ہے۔ یہ تمام نسخے ۱۹۸۳ء سے قبل شائع ہو چکے تھے۔

تحقیقی نقطۂ نظر سے یہ تمام مطبوعہ نسخے یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔ "ان کی مدد سے ایک صحیح اور معتبر نسخہ مرتب کیا جاسکتا ہے۔"[۲۷] تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھتے ہوئے تذکرہ نکات الشعرا کی ایک ایسی اشاعت کا اہتمام ضروری ہے جس میں صحتِ متن کا خیال رکھا جائے تاکہ میر کا یہ تذکرہ متن کی تمام اغلاط سے پاک ہو سکے۔

کتب خانۂ خاص انجمن ترقی اردو کراچی کے سید محمد معروف اور جاوید اختر، مشفق خواجہ لائبریری ٹرسٹ کراچی کے ناصر جاوید اور نوید پاشا، غالب لائبریری کراچی کے نسیم احمد اور نازیہ مختار اور بیدل لائبریری شرف آباد کراچی کے محمد زبیر اور امان صاحب کا ممنون ہوں جنھوں نے مواد کی فراہمی میں بھرپور تعاون کیا۔

حواشی

* صدر شعبۂ اردو، کراچی گرامر اسکول، کراچی۔

۱۔ ایل ایس اسٹیبنگ (L.Susan Stebbing)، *A Modern Introduction to Logic*، بحوالہ قاضی عبدالودود "صحت متن" خدابخش جرنل ۱۶، پٹنہ (۱۹۸۱ء): ص ۴۔

۲۔ ڈاکٹر تنویر علوی، "متن کی تحقیق و ترتیب" خدا بخش جرنل ۱۶، پٹنہ (۱۹۸۱ء): ص ۲۹۔

۳۔ رشید حسن خاں، ادبی تحقیق مسائل و تجزیہ (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۸ء)، ص ۱۹۔

۴۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، شعرائے اردو کے تذکرے (لکھنؤ: نظامی پریس، ۱۹۷۶ء)، ص ۳۰۔

۵۔ بیاض، سفینہ اور جنگ کے درمیان فرق کو سمجھنے کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری (لاہور: مجلس ترقی ادب، نومبر ۱۹۷۲ء)، ص ۳۳۔۳۷۔

۶۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، محولہ بالا، ص ۳۲۔

۷۔ ایضاً، ص ۳۳۔

۸۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، محولہ بالا، ص ۳۱۔

۹۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، محولہ بالا، ص ۳۴۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۶۔۳۷۔

۱۱۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، محولہ بالا، ص ۷۸۔۷۹۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۸۵۔

۱۳۔ میر تقی میر، نکات الشعرا (بدایوں: نظامی پریس، سنہ ندارد)، ص ۱۔

۱۴۔ سید ہاشمی فرید آبادی، پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اردو (کراچی: انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۱۹۵۳ء)، ص ۲۷۷۔

۱۵۔ خاور اعجاز، "نکات الشعرا کے بارے میں کچھ نکتے"، انگارے ملتان (مئی ۲۰۰۵ء): ص ۴۔

۱۶۔ عظمت رباب نے اس مضمون میں نکات الشعرا کے چار مرتبین مولوی عبدالحق، ڈاکٹر محمود الٰہی، ڈاکٹر معین الدین عقیل اور ڈاکٹر عبادت بریلوی کا حوالہ دیتے ہوئے تمام "مدونین میں اولیت کا سہرا مولوی عبدالحق" کے سر باندھا ہے جو کہ غلط ہے۔ مولوی عبدالحق سے قبل مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی اس تذکرے کو مرتب کر چکے تھے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: "نکات الشعرا اور ذکر میر کی تدوین" تحقیق نامہ لاہور، شمارہ ۲ (۲۰۰۹ء): ص ۱۲۲۔۱۲۶۔

۱۷۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۵ء)، سرورق۔

۱۸۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا (بدایوں: نظامی پریس، سنہ ندارد)، سرورق۔

۱۹۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، محولہ بالا، ص ۹۵۔

۲۰۔ صفحات کی تعداد کے موازنے کے لیے ملاحظہ ہو: مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی مرتبہ نکات الشعرا از میر تقی میرؔ (بدایوں: نظامی پریس، سنہ ندارد)۔

۲۱۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، میرؔ کو سمجھنے کے لیے (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ص ۳۹۔

۲۲۔ نثار احمد فاروقی، میر تقی میرؔ (دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء)، ص ۲۸۔

۲۳۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو جلد دوم (لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۸۲ء)، ص ۷۱۷۔ اس صفحے کے علاوہ جہاں کہیں بھی انھوں نے مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی مرتبہ نکات الشعرا کا حوالہ دیا ہے، یہی سنہ درج کیا ہے۔ یہ سنہ انھوں نے کہاں سے اخذ کیا اس کی وضاحت نہیں ملتی۔

۲۴۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ نکات الشعرا (دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، جنوری ۱۹۷۲ء)، ص ۱۲۔

۲۵۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، محولہ بالا، ص ۴۱۱۔

۲۶۔ ایضاً، ص ۸۹۴۔

۲۷۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے" ملاحظہ ہو: نقوش لاہور شمارہ ۱۳۱ میر تقی میر نمبر (اگست ۱۹۸۳ء): ص ۵۰۹۔

۲۸۔ ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب، مولوی عبدالحق حیات اور علمی خدمات (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۱۷۔

۲۹۔ ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب،انجمن ترقی اردو ہند کی علمی و ادبی خدمات، ابتدا سے۱۹۴۷ء تک(علی گڑھ: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۰ء)، ص۱۹۱۔

۳۰۔ ڈاکٹر شازیہ عنبرین، مولوی عبدالحق بطور مرتب و مدون (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۹ء)، ص۱۸۴۔

۳۱۔ ایضاً، ص۱۸۵۔

۳۲۔ ڈاکٹر گیان چند جین، "ابتدائی تذکروں میں تحقیقی عناصر" ملاحظہ ہو: سہ ماہی اردو کراچی شمارہ۲ (اپریل تا جون ۱۹۹۰ء): ص ۵۔

۳۳۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، محولہ بالا، ص ۹۵۔

۳۴۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، میرؔ کو سمجھنے کے لیے، محولہ بالا، ص ۳۶۔

۳۵۔ سید شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی، مقدمہ تین تذکرے (پٹنہ: دی آرٹ پریس سلطان گنج، نومبر ۱۹۶۸ء)، ص ۴۔

۳۶۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، پیش لفظ نکات الشعرا (لاہور: ادارۂ ادب وتنقید، ۱۹۸۰ء)، ص ۵۔

۳۷۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، نقوش لاہور میر تقی میر نمبر، محولہ بالا، ص ۵۱۰۔

۳۸۔ ملاحظہ ہو: الناظر لکھنؤ (جنوری ۱۹۲۳ء): ص ندارد، صفحہ اوّل سے پہلے والا ورق۔

۳۹۔ ایضاً۔

۴۰۔ ایضاً۔

۴۱۔ ملاحظہ ہو: اشتہار، سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جنوری ۱۹۲۲ء): ص آخر۔

۴۲۔ ملاحظہ ہو: اشتہار، سہ ماہی اردو اورنگ آباد (اپریل ۱۹۲۲ء): ص آخر۔

۴۳۔ ملاحظہ ہو: سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جولائی ۱۹۲۲ء): ص ۴۔

۴۴۔ ملاحظہ ہو: اشتہار "فہرست کتب"، سہ ماہی اردو اورنگ آباد (اکتوبر ۱۹۲۲ء): ص ۳۔

۴۵۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، محولہ بالا، ص ۴۔

۴۶۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، شعرائے اردو کے تذکرے، محولہ بالا، ص ندارد، سرورق کی پشت پر فہرست مضامین سے پہلے۔

۴۷۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، محمد تقی میر، پہلا بابائے اردو یادگاری لیکچر ۱۹۸۰ء (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۸۱ء)، ص ۸۱۔۸۳۔ بعد میں تاریخ ادب اردو جلد دوم ۱۹۸۲ء میں بھی اسی سنہ کو دہرایا ہے ملاحظہ ہو: ص ۷۱۷۔

۴۸۔ ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب، مولوی عبدالحق حیات اور علمی خدمات، محولہ بالا، ص ۲۔ اس صفحے پر نمبر درج نہیں لیکن مشفق خواجہ نے "حرفے چند" کے عنوان سے اس کتاب کا تعارف پیش کیا۔ جس کا آغاز صفحہ نمبر ۵ سے ہوتا ہے۔ دو صفحے کے فہرست مضامین سے پہلے والے صفحے پر یہ سنہ درج ہے۔

۴۹۔ ڈاکٹر گیان چند، محولہ بالا، سرورق۔

۵۰۔ ڈاکٹر شازیہ عنبرین، محولہ بالا، ص ۲۔ اس صفحے پر نمبر درج نہیں لیکن (اس کے بعد والے صفحے کا نمبر ۳ ہے اس لیے صفحہ نمبر ۲ درج کیا گیا ہے۔

۵۱۔ ملاحظہ ہو: اشتہار "فہرست کتب"، سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جنوری ۱۹۲۱ء): ص ۴۔

۵۲۔ ملاحظہ ہو: "مطبوعات انجمن کی فہرست"، سہ ماہی اردو اورنگ آباد (اپریل ۱۹۲۱ء): ص ۴۔

۵۳۔ ملاحظہ ہو: "فہرست کتب"، سہ ماہی اردو اورنگ آباد (اکتوبر ۱۹۲۱ء): ص ۴۔

۵۴۔ سید شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی، محولہ بالا، ص ۱۔

۵۵۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، محولہ بالا، صفحہ ندارد انتساب سے پہلے والا صفحہ۔

۵۶۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، محولہ بالا، سرورق کی پشت پر دیکھیے۔

۵۷۔ ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب،انجمن ترقی اردو ہند کی علمی اور ادبی خدمات، محولہ بالا، ص ۲۔

۵۸۔ مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ بابت سنہ ۱۹۲۲ء و سنہ ۱۹۲۳ء (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو پریس، ۱۹۲۳ء)، ص ۲۵۔

۷۲ صفحات کی اس رپورٹ کے صفحہ نمبر ۶۱ تا ۶۷ تک مطبوعات انجمن کی فہرست ہے جس میں ۴۵ کتب کا تعارف موجود ہے۔

۵۹۔ مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۲۰ء (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۲۰ء)۔

۶۰۔ مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۱۹ء (بدایوں: نظامی پریس، ۱۹۱۹ء)، ص ۱۔

۶۱۔ ایضاً، ص ندارد، ملاحظہ ہو: سرورق کی پشت۔

۶۲۔ ایضاً۔

۶۳۔ ملاحظہ ہو: انتخاب کلام میرؔ مرتبہ مولوی عبدالحق (علی گڑھ: مطبع مسلم یونیورسٹی، ۱۹۲۱ء)، سرورق۔

۶۴۔ مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی، "مکاتیب شروانی بنام ڈاکٹر مولوی عبدالحق" ملاحظہ ہو: سہ ماہی العلم کراچی شمارہ ۳ (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء): ص ۲۶۔۲۷۔

۶۵۔ ایضاً: ص ۲۷۔

۶۶۔ ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب،انجمن ترقی اردو ہند کی علمی و ادبی خدمات، محولہ بالا، ص ۱۹۱۔

۶۷۔ ملاحظہ ہو: سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جنوری ۱۹۲۱ء): ص ۱۰۳۔۱۲۱۔

۶۸۔ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی، مقدمہ نکات الشعرا از میر تقی میر، محولہ بالا، ص ۱۔۳۲۔

۶۹۔ ملاحظہ ہو: سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جنوری ۱۹۲۱ء): ص ۱۰۳۔۱۲۱۔

۷۰۔ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی، مقدمہ نکات الشعرا، محولہ بالا، ص ۲۳۔

۷۱۔ ایضاً، ص ۲۹۔

۷۲۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی، محولہ بالا، ص ۸۳۔

۷۳۔ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی، مقدمہ نکات الشعرا، محولہ بالا، ص ۲۹۔

۷۴۔ ایضاً۔

۷۵۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی، محولہ بالا، ص ۸۷۔۹۱۔

۷۶۔ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی، مقدمہ نکات الشعرا، محولہ بالا، ص ۳۰۔۳۱۔

۷۷۔ ایضاً، ص ۳۰۔

۷۸۔ ایضاً، ص ۳۱۔

۷۹۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی، محولہ بالا، ص ۱۳۰۔

۸۰۔ ملاحظہ ہو: سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جنوری ۱۹۴۱ء): ص ۱۱۶۔۱۱۹۔

۸۱۔ ایضاً: ص ۱۰۳۔۱۲۱۔

۸۲۔ ملاحظہ ہو: سرورق نکات الشعرا از میر تقی میرؔ مرتبہ مولوی عبدالحق (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۵ء)۔

۸۳۔ ایضاً۔

۸۴۔ ڈاکٹر معراج نیر، بابائے اردو مولوی عبدالحق فن اور شخصیت (لاہور: ابلاغ، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۲۶۔

۸۵۔ ملاحظہ ہو: سرورق نکات الشعرا از میر تقی میرؔ مرتبہ مولوی عبدالحق، محولہ بالا۔

۸۶۔ ملاحظہ ہو: سرورق نکات الشعرا از میر تقی میرؔ مرتبہ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی، محولہ بالا۔

۸۷۔ ملاحظہ ہو: نکات الشعرا از میر تقی میرؔ مرتبہ مولوی عبدالحق، محولہ بالا، ص الف۔د۔

۸۸۔ ڈاکٹر معراج نیر، بابائے اردو مولوی عبدالحق فن اور شخصیت، محولہ بالا، ص ۱۲۶۔

۸۹۔ ڈاکٹر شازیہ عنبرین، مولوی عبدالحق بطور مرتب و مدون، محولہ بالا، ص ۱۸۵۔

۹۰۔ مولوی عبدالحق، مقدمہ نکات الشعرا از میر تقی میرؔ، محولہ بالا، ص الف۔ج۔

۹۱۔ مولوی عبدالحق، مقدمہ نکات الشعرا از میر تقی میرؔ (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۷۹ء)، ص ۵۔۸۔

۹۲۔ ڈاکٹر شازیہ عنبرین، محولہ بالا، ص ۲۵۶۔

۹۳۔ مولوی عبدالحق، اشاریہ نکات الشعرا از میر تقی میرؔ (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۳۵ء)، ص ۱۸۱۔۱۸۹۔

۹۴۔ ڈاکٹر شازیہ عنبرین، محولہ بالا، ص ۲۰۱۔۲۰۳۔

۹۵۔ ایضاً، ص ۲۰۳۔

۹۶۔ ایضاً، ص ۲۱۳۔

۹۷۔ ایضاً، ص ۳۲۹۔۳۳۷۔

۹۸۔ قاضی عبدالودود، "عبدالحق بحیثیت محقق" ملاحظہ ہو: معاصر پٹنہ، حصہ ۱۴ (جولائی ۱۹۵۹ء): ص ۵۸۔۸۸۔
اس مضمون کے تیسرے حصے میں بھی اس تذکرے کے حوالے سے اہم نکات بیان کیے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو: معاصر پٹنہ، حصہ ۱۵ (نومبر ۱۹۵۹ء): ص ۲۔۲۹۔

۹۹۔ ڈاکٹر شازیہ عنبرین، محولہ بالا، ص ۱۸۵۔

۱۰۰۔ ملاحظہ ہو: نکات الشعرا از میر تقی میرؔ مرتبہ مولوی عبدالحق (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۳۵ء)۔

۱۰۱۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ نکات الشعرا از میر تقی میرؔ (دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، جنوری ۱۹۷۲ء)، ص ۱۶۔۱۷۔

۱۰۲۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، شعرائے اردو کے تذکرے، محولہ بالا، ص ۴۱۔

۱۰۳۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۱۲۔

۱۰۴۔ مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۱۸ء (علی گڑھ: مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۱۹ء)،
ص ۲۶۔

۱۰۵۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۱۲۔

۱۰۶۔ مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۱۹ء، محولہ بالا، ص ۲۶۔

۱۰۷۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ نکات الشعرا از میر تقی میرؔ، محولہ بالا، ص ۱۶۔

۱۰۸۔ ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب، مولوی عبدالحق حیات اور علمی خدمات، محولہ بالا، ص ۱۱۷۔

۱۰۹۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق، محولہ بالا، ص ۱۸۰۔

۱۱۰۔ ملاحظہ ہو: نکات الشعرا از میر تقی میرؔ مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی (لاہور: ادارۂ ادب و تنقید، ۱۹۸۰ء)، ص ۱۵۷۔

۱۱۱۔ ڈاکٹر معراج نیر، محولہ بالا، ص ۳۰۷۔

۱۱۲۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق (۱۹۳۵ء)، محولہ بالا، ص ۱۸۰۔

۱۱۳۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۱۶۔

۱۱۴۔ ایضاً، ص ۵۱۱۔

۱۱۵۔ ایضاً، ص ۵۱۲۔

۱۱۶۔ ایضاً، ص ۵۱۲۔۵۱۳۔

۱۱۷۔ ملاحظہ ہو: ترقیمہ نکات الشعرا از میر تقی میرؔ مرتبہ مولوی عبدالحق، محولہ بالا، ص ۱۸۰۔

۱۱۸۔ گارساں دتاسی، خطبات مرتبہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۹ء)، ص ۸۳۔

۱۱۹۔ ڈاکٹر اشپرنگر، یادگار شعرا مترجم طفیل احمد (الٰہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی، ۱۹۴۳ء)، ص ۲۔

۱۲۰۔ مولانا محمد حسین آزادؔ، آب حیات مرتبہ ابرار عبدالسلام (ملتان: بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، مارچ ۲۰۰۲ء)، ص ۱۳۸۔

۱۲۱۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، "شعرائے اردو کے تذکرے" ملاحظہ ہو: سہ ماہی اردو دہلی (اپریل ۱۹۴۲ء): ص ۱۵۵۔

۱۲۲۔ ڈاکٹر معراج نیر، محولہ بالا، ص ۳۰۷۔

۱۲۳۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، "شعرائے اردو کے تذکروں کا تعارف" ملاحظہ ہو: نگار پاکستان تذکروں کا تذکرہ نمبر (مئی جون
۱۹۶۴ء): ص ۳۱۔۳۲۔

۱۲۴۔ میر تقی میرؔ، "فہرست"، نکات الشعرا مرتبہ مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی، محولہ بالا، ص الف۔د۔
اس کے علاوہ مولوی عبدالحق کی مرتبہ نسخے میں بھی انھیں صفحات میں فہرست شعرا میں تعداد ۱۰۳ ہے۔

۱۲۵۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر محمود الٰہی، محولہ بالا، ص۹۹۔

۱۲۶۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق، محولہ بالا، ص۲۶۔

۱۲۷۔ ایضاً، ص۴۳۔

۱۲۸۔ ایضاً، ص ۱۳۸۔۱۳۹۔

۱۲۹۔ ایضاً، ص ۲۶۔

۱۳۰۔ ایضاً، ص، ۴۳۔

۱۳۱۔ ایضاً، ص ۱۳۸۔

۱۳۲۔ ملاحظہ ہو نگار پاکستان تذکروں کا تذکرہ نمبر (۱۹۶۴ء): ص۴۲۔

۱۳۳۔ ایضاً۔

۱۳۴۔ میر تقی میر، نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق، محولہ بالا، ص۱۰۴۔

۱۳۵۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، محولہ بالا، ص۱۰۱۔

۱۳۶۔ ایضاً، ص ۹۵۔

۱۳۷۔ ایضاً۔

۱۳۸۔ سید شاہ عطا الرحمٰن عطا کاکوی، مقدمہ محولہ بالا، ص ۳۔۶۔

۱۳۹۔ ایضاً، ص۷۔۱۱۔

۱۴۰۔ ایضاً، ص۱۳۔۲۰۔

۱۴۱۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ محولہ بالا، ص ۱۸۔

۱۴۲۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۱۹۔

۱۴۳۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ، محولہ بالا، ص ۱۸۔

۱۴۴۔ ایضاً۔

۱۴۵۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۱۹۔

۱۴۶۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ محولہ بالا، ص ۱۹۔

۱۴۷۔ ایضاً۔

۱۴۸۔ ایضاً۔

۱۴۹۔ میر تقی میر، نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق، محولہ بالا، ص ۹۲۔

۱۵۰۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ محولہ بالا، ص ۱۸۔

۱۵۱۔ ایضاً، ص ۱۹۔

۱۵۲۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۱۹۔۵۲۰۔

۱۵۳۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ محولہ بالا، ص ۱۹۔

۱۵۴۔ ایضاً۔

۱۵۵۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۲۰۔

۱۵۶۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ محولہ بالا، ص ۲۰۔

۱۵۷۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۲۰۔

۱۵۸۔ ایضاً، ص ۵۲۰۔

۱۵۹۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ محولہ بالا، ص ۲۰۔

۱۶۰۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، حواشی نکات الشعرا، محولہ بالا، ص ۱۰۸۔

۱۶۱۔ ایضاً، ص ۲۰۔

۱۶۲۔ ایضاً۔

۱۶۳۔ میر تقی میر، نکات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر محمود الٰہی، محولہ بالا، ص ۹۹۔

۱۶۴۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ محولہ بالا، ص ۲۰۔

۱۶۵۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۲۱۔

۱۶۶۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل، "اختلافِ متن بمقابلہ نسخۂ پیرس" ملاحظہ ہو نکات الشعرا از میر تقی میرؔ (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۹ء)، ص ۱۶۲۔۱۹۲۔

۱۶۷۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر معین الدین عقیل (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۹ء)، ص ۳۔

۱۶۸۔ ایضاً، ص ندارد، ملاحظہ ہو: صفحہ نمبر ۱ سے پہلے والا صفحہ۔

۱۶۹۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۲۱۔

۱۷۰۔ ایضاً۔

۱۷۱۔ میر تقی میر، نکات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر محمود الٰہی، محولہ بالا، ص ۲۳۔۱۶۴۔

۱۷۲۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل، "اختلافِ متن بمقابلہ نسخۂ پیرس"، محولہ بالا، ص ۱۶۲۔۱۹۲۔

۱۷۳۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۲۱۔

۱۷۴۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی (لاہور: ادارۂ ادب و تنقید، ۱۹۸۰ء)، ص اول سے قبل، ملاحظہ ہو سرورق کی پشت۔

۱۷۵۔ ایضاً، ص ۱۔۲۔

۱۷۶۔ ایضاً، ص ۵۔۲۶۔

۱۷۷۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، پیش لفظ نکات الشعرا از میر تقی میرؔ، محولہ بالا، ص ۷۔

۱۷۸۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر معین الدین عقیل، محولہ بالا، ص ندارد۔ دیکھیے فہرست سے پہلے والا صفحہ۔

۱۷۹۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، محولہ بالا، سرورق کی پشت پر۔

۱۸۰۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، پیش لفظ، محولہ بالا، ص ۵۔

۱۸۱۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ محولہ بالا، ص ۱۷۔

۱۸۲۔ مولوی عبدالحق۔ ترجمہ نکات الشعرا، محولہ بالا، ص ۱۸۰۔

۱۸۳۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی محولہ بالا، ص ۱۵۷۔

۱۸۴۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ محولہ بالا، ص ۲۰۔۲۱۔

۱۸۵۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، حواشی، محولہ بالا، ص ۱۷۔

۱۸۶۔ ایضاً، ص ۱۷۔۱۸۔

۱۸۷۔ امتیاز علی خاں عرشی، "دیباچہ مصحح" دستور الفصاحت از سید احمد علی خاں یکتا (رامپور: ہندوستان پریس، ۱۹۴۳ء): ص ۴۳۔۴۶۔

مرتب نے دستور الفصاحت کے اصل فارسی متن سے قبل اس کتاب کی تمام معلومات کو مع حواشی و تعلیقات یکجا کر دیا ہے۔

۱۸۸۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۲۶۔۵۲۷۔

۱۸۹۔ ایضاً، ص ۵۲۷۔

۱۹۰۔ قاضی عبدالودود، "عبدالحق بحیثیت محقق" ملاحظہ ہو معاصر پٹنہ شمارہ ۱۵ (۱۹۵۹ء): ص ۸۱۔

۱۹۱۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق، محولہ بالا، ص ۹۲۔

۱۹۲۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۳۱۔

۱۹۳۔ ایضاً۔

۱۹۴۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق، محولہ بالا، ص ۴۹۔

۱۹۵۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۳۰۔

۱۹۶۔ قدرت اللہ شوقؔ، طبقات الشعرا (لاہور: مجلس ترقی ادب، جنوری ۱۹۶۸ء)، ص ۶۷۔

۱۹۷۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۳۰۔

۱۹۸۔ ایضاً، ص ۵۳۲۔

۱۹۹۔ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، "نکات الشعرا کی ایک اور روایت" ملاحظہ ہو دلّی کالج میگزین دلی میر تقی میرؔ نمبر (۱۹۶۲ء): ص ۳۹۲۔

۲۰۰۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ حواشی، محولہ بالا، ص ۱۷۔۱۸۔

۲۰۱۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۳۲۔

۲۰۲۔ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، "نکات الشعرا کی ایک اور روایت"، محولہ بالا، ص ۳۹۲۔

۲۰۳۔ سید مسعود حسن رضوی، آب حیات کا تنقیدی مطالعہ (لکھنؤ: کتاب نگر ۱۹۵۳ء)، ص ۵۷۔

۲۰۴۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۳۲۔

۲۰۵۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، حواشی "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۳۳۔

۲۰۶۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۳۲۔

۲۰۷۔ ایضاً۔

۲۰۸۔ ایضاً۔

۲۰۹۔ ایضاً۔

۲۱۰۔ ایضاً۔

۲۱۱۔ ایضاً۔

۲۱۲۔ میر تقی میرؔ، نکات الشعرا مرتبہ مولوی عبدالحق، محولہ بالا ص ۱۵۰۔

۲۱۳۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۳۳۔

۲۱۴۔ ایضاً، ص ۵۳۳۔۵۳۴۔

۲۱۵۔ ایضاً، ص ۵۳۴۔

۲۱۶۔ ایضاً، ص ۵۳۵۔

۲۱۷۔ ایضاً، ص ۵۳۶۔

۲۱۸۔ ایضاً، ص ۵۳۷۔

۲۱۹۔ ایضاً۔

۲۲۰۔ ایضاً، ص ۵۳۸۔

۲۲۱۔ قاضی عبدالودود، "عبدالحق بحیثیت محقق"، محولہ بالا ص ۵۸۔۸۸۔

۲۲۲۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۳۸۔

۲۲۳۔ ایضاً۔

۲۲۴۔ ایضاً۔

۲۲۵۔ ڈاکٹر محمود الٰہی، مقدمہ، محولہ بالا، ص ۲۰۔

۲۲۶۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"، محولہ بالا، ص ۵۳۸۔

۲۲۷۔ ایضاً۔

مآخذ

آزادؔ، محمد حسین۔ آب حیات مرتب ابرار عبدالسلام۔ ملتان: بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، مارچ ۲۰۰۶ء۔

اردو سہ ماہی اورنگ آباد (جنوری ۱۹۲۱ء)۔

اردو سہ ماہی اورنگ آباد (اپریل ۱۹۲۱ء)۔

اردو سہ ماہی اورنگ آباد (اکتوبر ۱۹۲۲ء)۔

اردو سہ ماہی اورنگ آباد (جنوری ۱۹۲۲ء) ۔

اردو سہ ماہی اورنگ آباد (اپریل ۱۹۲۲ء) ۔

اردو سہ ماہی اورنگ آباد (جولائی ۱۹۲۲ء) ۔

اردو سہ ماہی اورنگ آباد (اکتوبر ۱۹۲۲ء) ۔

اشپرنگر اے۔ یادگار شعرا۔ مترجم طفیل احمد۔ الہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی ۱۹۴۳ء ۔

اعجاز، خاور۔ "نکات الشعرا کے بارے میں کچھ نکتے"۔ انگارے ملتان (مئی ۲۰۰۵ء)۔

الٰہی، محمود۔ مقدمہ نکات الشعرا۔ دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۲ء۔

الناظر لکھنؤ (جنوری ۱۹۲۳ء)۔

بریلوی، عبادت۔ پیش لفظ نکات الشعرا۔ لاہور: ادارۂ ادب و تنقید، ۱۹۸۰ء۔

ثاقب، شہاب الدین۔ مولوی عبدالحق حیات اور علمی خدمات۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۸۵ء۔

__________۔ انجمن ترقی اردو ہند کی علمی و ادبی خدمات۔ علی گڑھ: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۰ء۔

جالبی، جمیل۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد دوم۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۲ء۔

______۔ محمد تقی میر، پہلا بابائے اردو یادگاری لیکچر۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۸۱ء۔

جین، گیان چند۔ "ابتدائی تذکروں میں تحقیقی عناصر"۔ سہ ماہی اردو کراچی شمارہ ۲ (اپریل تا جون ۱۹۹۰ء)۔

خان، رشید حسن۔ ادبی تحقیق مسائل و تجزیہ۔ علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۸ء۔

دہلوی، نگار رساں۔ خطبات۔ مرتبہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۹ء۔

رباب، عظمت۔ "نکات الشعرا اور ذکر میر کی تدوین"۔ تحقیق نامہ لاہور شمارہ ۶ (۲۰۰۹ء)۔

رضوی، مسعود حسن۔ آب حیات کا تنقیدی مطالعہ۔ لکھنؤ: کتاب نگر، ۱۹۵۳ء۔

شائستہ، عنبرین۔ مولوی عبدالحق بطور مرتب و مدون۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۹ء۔

شروانی، حبیب الرحمٰن خاں۔ "مکاتیب شروانی بنام ڈاکٹر مولوی عبدالحق"۔ سہ ماہی العلم کراچی شمارہ ۳ (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء): ص ۲۶۔ ۲۷۔

___________۔ مقدمہ نکات الشعرا۔ بدایوں: نظامی پریس، سنہ ندارد۔

___________۔ "مقدمہ نکات الشعرا"۔ سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جنوری ۱۹۲۱ء)۔

شوق، قدرت اللہ۔ طبقات الشعرا۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء۔

عبدالحق، مولوی۔ انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۱۸ء۔ علی گڑھ: مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۱۹ء۔

______۔ انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ ۱۹۲۲ء۔ ۱۹۲۳ء۔ اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو پریس، ۱۹۲۳ء۔

______۔ "انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ ۱۹۲۰ء"۔ اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۲۰ء۔

______۔ "انجمن ترقی اردو کی سالانہ رپورٹ ۱۹۱۹ء"۔ بدایوں: نظامی پریس، ۱۹۱۹ء۔

______۔ "مرتب انتخاب کلام میر۔ علی گڑھ: مطبع مسلم یونی ورسٹی، ۱۹۲۱ء۔

عبدالودود، قاضی۔ "عبدالحق بحیثیت محقق"۔ معاصر پٹنہ حصہ ۱۴ (جولائی ۱۹۵۹ء)۔

_______۔ "عبدالحق بحیثیت محقق"۔ معاصر پٹنہ شمارہ ۱۵ (۱۹۵۹ء)۔

_______۔ "صحت متن"۔ خدا بخش جرنل ۱۶ پٹنہ (۱۹۸۱ء)۔

عبداللہ، سید۔ "شعرائے اردو کے تذکرے"۔ سہ ماہی اردو دہلی (اپریل ۱۹۳۲ء)۔

عرشی، امتیاز علی خاں۔ "دیباچہ مصحح"۔ دستور الفصاحت از سید احمد علی خاں یکتا۔ رام پور: ہندوستان پریس، ۱۹۴۳ء۔

عقیل، معین الدین۔ "اختلاف متن بمقابلہ نسخۂ پیرس"۔ نکات الشعرا از میر تقی میر۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۹ء۔

علوی، تنویر۔ "متن کی تحقیق و ترتیب"۔ خدا بخش جرنل ۱۶ پٹنہ (۱۹۸۱ء)۔

فاروقی، نثار احمد۔ میر تقی میر۔ دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء۔

_______۔ "نکات الشعرا کی ایک اور روایت"۔ دلّی کالج میگزین دلی میر تقی میر نمبر (۱۹۶۲ء)۔

فتح پوری، فرمان۔ "شعرائے اردو کے تذکروں کا تعارف"۔ نگار پاکستان۔ تذکروں کا تذکرہ نمبر (مئی جون ۱۹۶۳ء)۔

_______۔ اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء۔

_______۔ میر کو سمجھنے کے لیے۔ لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء۔

فرید آبادی، ہاشمی۔ پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اردو۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۳ء۔

کاکوی، سید شاہ عطاء الرحمٰن عطا۔ مقدمہ تین تذکرے۔ پٹنہ: دی آرٹ پریس سلطان گنج، نومبر ۱۹۶۸ء۔

میر، تقی میر۔ نکات الشعرا۔ مرتب مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی۔ بدایوں: نظامی پریس، سنہ ندارد۔

______۔ نکات الشعرا۔ مرتب مولوی عبدالحق۔ اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۳۵ء۔

______۔ نکات الشعرا۔ مرتب ڈاکٹر محمود الٰہی۔ دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۲ء۔

______۔ نکات الشعرا۔ مرتب ڈاکٹر معین الدین عقیل۔ کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۹ء۔

______۔ نکات الشعرا۔ مرتب ڈاکٹر عبادت بریلوی۔ لاہور: ادارۂ ادب و تنقید، ۱۹۸۰ء۔

نقوی، حنیف۔ "نکات الشعرا کے مختلف خطی نسخے"۔ نقوش لاہور شمارہ ۱۳۱ میر تقی میر نمبر (۱۹۸۳ء)۔

______۔ شعرائے اردو کے تذکرے۔ لکھنؤ: نظامی پریس، ۱۹۷۶ء۔

نیر، معراج۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق فن اور شخصیت۔ لاہور: ابلاغ، ۱۹۹۵ء۔